فرحت اشتیاق

جو چاہیں سنگ سیٹ کرلو

وہاں اندھیرا بہت تھا۔ ہیبت ناک سناٹا تھا۔ اسے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ وہ وہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔ وہ بھاگنے کے لیے اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ ہاتھ پاؤں ہلا نہیں رہا تھا۔ وہ مدد کے لیے چلّا رہا تھا۔ کوئی تو آجائے اس کی مدد کے لیے۔ کوئی تو۔ کوئی تو آکر اسے اس اندھیرے سے نکال دے۔ وہ رو پڑا۔ وہ زاروقطار رو رہا تھا۔ وہ چلّا چلّا کر رو رہا تھا، مگر اس ہیبت ناک سناٹے میں اس کی آواز سننے والا کوئی بھی نہ تھا۔ اسے اندھیرے سے روشنی میں لے جانے والا کوئی نہ تھا۔ اس کے رونے کی آواز میں کسی کے قہقہے کی آواز بھی سنائی دینے لگی تھی۔

یہ کون تھا؟ کون اس کی بے بسی پر ہنس رہا تھا؟

بے چینی سے کروٹ بدلتے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ اس کے پورے جسم پہ ایک لرزش سی طاری تھی۔ اس نے اپنے اردگرد چاروں طرف نگاہیں گھمائیں۔ اسے اندھیرا دکھائی دیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ سائڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ روشن کیا۔ لیمپ روشن کرتے ہوئے اس کے ہاتھ ہولے ہولے لرز رہے تھے۔ لیمپ نے کمرے میں پھیلے اندھیرے کو کم کر دیا تھا مگر اسے یہ روشنی ناکافی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے اس اندھیرے، اس سناٹے اور اس خاموشی سے وحشت ہو رہی

مہکاں ناول

آن کردی تھیں۔ یہاں تک کہ چھت پر لٹکتا فانوس بھی۔ ایک پل میں کمرہ روشنی میں نہا گیا تھا۔ روشنی ہو جانے کے بعد اس کی وحشت تو ختم ہو گئی تھی مگر گھٹن کا احساس ابھی بھی تھا۔ وہ کمرے کے دوسری طرف کھڑکیوں کے پاس آیا۔ اس نے ایک ایک کر کے کمرے کی تمام کھڑکیاں کھول دی تھیں۔ پھر وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اپنے روم کی بالکونی میں آگیا۔ وہ بہت گہری گہری سانسیں لے رہا تھا' خود کو پر سکون اور نارمل کرنے کے لیے۔

اسے یاد آچکا تھا کہ وہ کسی اندھیری اور ہیبت ناک جگہ نہیں بلکہ یورپ کے ایک خوب صورت ملک میں ہے۔ وہ اٹلی میں ہے۔ وہ اس وقت روم کے ایک خوب صورت اور شان دار ہوٹل کے پر آسائش کمرے میں ہے۔ وہ ریلنگ پر بازو جما کر کھڑا ہو گیا۔ یہ رات کا آخری پہر تھا' اس لیے سامنے نظر آتی سڑک پر اکا دکا گاڑیاں گزرتی نظر آرہی تھیں۔ اس کا دل ابھی تک گھبرا رہا تھا۔

آخر یہ خواب اس کا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟

برس ہا برس ہوئے اس نے راتوں کو سونا چھوڑ دیا تھا۔ اسے سونے سے خوف آیا کرتا تھا۔ یوں لگتا تھا ادھر وہ سوئے گا' ادھر کچھ نہ کچھ بُرا ہو جائے گا۔ نیند سے فرار کی یہ کوششیں اتنی کامیاب ثابت ہوئی تھیں کہ اب جب وہ خود کو ایک مضبوط اور توانا مرد سمجھتا تھا' یہ سمجھتا تھا کہ اسے کسی بھی چیز سے ڈر نہیں لگتا' وہ رات کو پر سکون نیند سونا چاہتا تھا' تب اسے نیند لاکھ کوشش کرنے پر بھی نہیں آتی تھی۔ وہ insomnia (بے خوابی) کا مریض ہو گیا تھا۔ وہ پوری پوری رات نیند کے آجانے کی کوششیں کرتے گزار دیا کرتا تھا۔ جب اس کیفیت کو بہت راتیں گزر جاتیں

نہیں ڈرتا۔ وہ تو ان خوابوں سے آج بھی اتنا ہی ڈرتا ہے جتنا بارہ سال پہلے ڈرتا تھا۔

چند منٹ گہری گہری سانسیں لینے کے بعد گھٹن کا احساس ختم ہو گیا تھا۔ اس کے بدن کی لرزش بھی بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ وہ واپس کمرے میں آگیا۔ اس نے کھڑکیاں اور بالکونی کا دروازہ اسی طرح کھلے رہنے دیے تھے۔ وہ ٹی وی آن کر کے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس وقت اسے اپنے گرد آوازیں چاہیے تھیں۔ وہ ایک کے بعد ایک چینل تبدیل کر رہا تھا۔ اٹالین میں آتے یہ پرگرامز اسے قطعاً سمجھ میں نہیں آرہے تھے مگر وہ پھر بھی انہیں سننا چاہتا تھا۔ اب اپنے اندر کی وحشت اور سناٹا مٹانے کو باقی رات اس نے یہی کام کرنا تھا۔ زندگی کی بے شمار راتوں کی طرح یہ رات بھی جاگ کر صبح کا انتظار کرتے ہوئے گزارنی تھی۔

☆ ☆ ☆

صبح وہ ایک نارمل انسان کی طرح آفس روانگی کے لیے تیار تھا۔ یوں جیسے رات کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ بہترین تراش خراش والے سوٹ میں ملبوس ہونے کے بعد اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تو ایک تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں پر آگئی۔ اس کی یہ تیاری دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ خود سے اور ساری دنیا سے نفرت میں مبتلا ایک انسان ہے۔ وہ اندر سے کھوکھلا ہو چکا ہے۔ یہ سوٹ' یہ ٹائی' یہ سلیقے سے جمے بال' یہ ٹائی پن' یہ کف لنکس اور یہ بہترین جوتے دیکھ کر کون سوچے گا کہ وہ سکندر شہریار self destructive (خود تخریبی) اور suicidal temperament (خود کشی کا رجحان) رکھتا ہے۔ خود پر سے نفرت اور حقارت کی نگاہیں ہٹاتا وہ شیشے کے سامنے سے ہٹا۔ اس

کے بس ایک ہی اسٹاپ کا فاصلہ تھا۔ مگر کل جب وہ ہوٹل سے آفس پہلے دن گیا اور آفس کی گاڑی نے اسے پک کیا تب محض ایک اسٹاپ کا یہ فاصلہ طے کرنے میں اسے سوا گھنٹہ لگ گیا تھا۔ دنیا کے تمام بڑے شہروں کی طرح ٹریفک جام روم کا بھی مسئلہ تھا۔ تب کل ہی اس نے یہ طے کرلیا تھا کہ آئندہ وہ آفس میٹرو میں جایا آیا کرے گا۔ اس کے لیے یہ کوئی ناک کا مسئلہ نہیں تھا۔ روم کا انڈر گراؤنڈ ٹرین سسٹم لندن اور پیرس جتنا مربوط تو نہ تھا مگر پھر بھی ٹریفک جام میں پھنسنے سے بدرجہا بہتر تھا۔ یوں آفس جانے آنے کے لیے ملی گاڑی اور ڈرائیور والی سہولت کو اس نے پہلے دن ہی خیرباد کہہ دیا تھا۔

میٹرو اسٹیشن پر رش کا حصہ بنا وہ بھی ٹرین میں سوار ہوگیا تھا۔ وہ اپنے اردگرد کھڑے اور بیٹھے ہوئے رومن مردوں اور عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے بیشتر کو اپنے کام پر پہنچنے کی جلدی تھی۔ مگر اس جلدی اور بھاگ دوڑ والے انداز کے باوجود بھی ان میں سے کوئی ایک بھی اسے ایسا نظر نہیں آرہا تھا جو خوش لباس نہ ہوتا۔ فیشن اور اسٹائل رومنوں کے لیے ایک بہت سنجیدہ بات ہے۔ عورتوں کے لباس' ان کا میک اپ' ہینڈ بیگز' سینڈلز' مردوں کے سوٹس' ٹائیاں' جوتے' بریف کیس ہر کچھ فیشن کے عین مطابق تھا' بے حد اسٹائلش تھا۔ ٹھیک ہی کہا جاتا تھا کہ رومنز بڑے classy اور اسٹائلش لوگ ہوتے ہیں۔ اسے اگلے ہی اسٹیشن پر اترنا تھا۔ اور اس کا اسٹیشن فوراً" ہی آگیا تھا۔ via barberini پر میٹرو اسٹیشن سے بہت نزدیک ہی اس کا آفس تھا۔

یہ اس کی دوہا میں اپنا ہیڈ آفس رکھتی ملٹی نیشنل کمپنی کا جنوبی یورپ میں واقع ہیڈ کوارٹر تھا۔ وہ آفس

نوعیت کی گفتگو ہوئی تھی۔ کام کی بات مکمل پیشہ ورانہ انداز میں۔

☆ ☆ ☆

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ اسے یہاں سے جاکر کچھ نہیں کرنا تھا۔ اپنے ہوٹل روم میں بند ہو جانا تھا یا شاید روم کی گلیوں کوچوں میں تنہا پھرنا تھا اور اس میں سے کوئی بھی چیز اس کے لیے ایسی کشش نہ رکھتی تھی کہ وہ آفس سے جلدی اٹھنے کی خواہش رکھتا۔ مگر چونکہ آفس ٹائم ختم ہو چکا تھا۔ ایک ایک کرکے سارا آفس خالی ہو رہا تھا سو وہ بھی آفس سے نکل آیا تھا۔

راستہ بھٹکنے کا امکان نہ تھا چنانچہ بجائے میٹرو اسٹیشن کی طرف جانے کے اس نے پیدل اپنے ہوٹل تک جانے کا فیصلہ کیا۔

یہ جون کا مہینہ تھا اور روم میں موسم خاصا خوش گوار تھا۔ سورج آج کل قریباً" پونے نو بجے غروب ہوا کرتا تھا سو ان دنوں یہاں شامیں بڑی لمبی تھیں۔ وہ via barberini سے via veneto کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے ارد گرد قدیم عمارتیں تھیں، فوارے تھے۔ مگر اسے روم کی ہسٹری میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ ابھی بھی اس خواب کے حصار میں تھا۔ اب اگلے کئی روز اسے اس خواب کے حصار ہی میں رہنا تھا۔ اور اگلے کئی دن خوف کے سبب سونا نہیں تھا۔

اس نے آج صبح نہ تو ناشتا کیا تھا نہ ہی دوپہر میں لنچ۔ آفس میں خالی پیٹ کافی کے تین کپ ضرور پیے تھے۔ اسے سڑک کے کنارے ایک pizzeria نظر آیا، تب اسے اپنے آج تمام دن کچھ بھی نہ کھانے کا احساس ہوا۔ وہ یہاں سے پزا کھاتا ہوا چلا جائے پھر ہوٹل کے کمرے میں بند ہو کر رات گئے تک اپنا آفس کا کام کرتا رہے گا اس نے دل ہی دل میں طے کیا۔ ابھی چونکہ ڈنر ٹائم نہیں ہوا تھا۔ اس لیے اس چھوٹے سے پزیریا میں اسے میزوں پر دو چار لوگ ہی بیٹھے نظر آئے۔ وہ اپنا پزا آرڈر کرنے کاؤنٹر پر آگیا تھا۔ مگر اٹلی میں اٹالین سیکھے بغیر اپنے لیے کچھ آرڈر کرنا اس قدر مشکل کام ہے اس کا اسے اندازہ نہیں تھا۔

پزا آرڈر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کو تقریباً" دس منٹ گزر گئے تھے۔ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے درمیانی عمر کے اٹالین مرد اور عورت انگریزی سے قطعاً" ناواقف تھے۔ وہ دونوں مرد و عورت خوش اخلاقی

تھے۔ ساتھ ان اشیا کے بجائے کیا کیا اٹالین نام لے رہے تھے۔ وہ دونوں تحمل سے اسے وقت دے رہے تھے۔

وہ اس بے کار کی مشقت سے بیزار ہو گیا تھا۔ بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے ہوٹل جا کر کھانا کھائے۔ جہاں انگریزی سمجھی بھی جاتی ہے اور بولی بھی جاتی ہے۔ قریب تھا کہ وہ انگریزی ہی میں ان دونوں کا شکریہ ادا کرتا وہاں سے پلٹ جاتا کہ اچانک ہی بالکل پیچھے والی میز سے اٹھ کر ایک اٹالین لڑکی اس کے پاس آئی۔

"may I help you" (میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں) وہ بڑی شستہ انگریزی میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ اس نے چونک کر اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے سر اثبات میں ہلایا۔ اتنا وقت یہاں کھڑے ہو کر برباد کر چکا تھا تو اب یہاں سے کھانا کھا کر ہی جانا چاہیے۔ اس نے دل میں سوچا تھا۔

وہ ابھی اس لڑکی کو انگریزی میں یہ سمجھانا ہی چاہتا تھا کہ وہ کس طرح کا پزا آرڈر کرنا چاہتا ہے کہ وہ بڑی روانی سے گٹ پٹ کرتی سامنے کھڑے مرد و خاتون سے اٹالین میں چند جملے بولی۔ جملے اگر الفاظ توڑ توڑ کر بھی بولے گئے ہوتے تب بھی اس کے سر کے اوپر ہی سے گزرنے تھے۔ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی عورت "si" کہتی، مسکراتے ہوئے اندر غالباً" کچن میں چلی گئی تھی جبکہ مرد اس اٹالین لڑکی سے اٹالین ہی میں کچھ بات کرنے لگا تھا۔ وہ زبان غیر میں باتیں کرتے۔ ان دو افراد کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ مرد کے مسکرا مسکرا کر اپنی طرف دیکھنے سے اتنا اندازہ اسے ہو رہا تھا کہ گفتگو اسی کی بابت ہو رہی ہے۔

"یہ آپ سے معذرت کر رہے ہیں کہ آپ کو

میں اس ٹیبل پر بیٹھی تھی اور آپ کی ساری بات سن رہی تھی۔"

اس نے کاؤنٹر کے قریب ترین میز کی جانب اشارہ کیا تھا۔ اس نے نظریں گھما کر اس میز کی طرف دیکھا۔ وہاں اس لڑکی کا چند لقمے کھایا پزا اور کولڈ ڈرنک کا ان چھوا گلاس رکھا ہوا تھا۔

"تھینکس!" اس نے پر تکلف انداز میں سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ مختصر سا شکریہ ادا کیا۔

"آپ کے پزا میں کسی بھی طرح کا میٹ نہیں ہونا چاہیے میٹ اسٹاک بھی نہیں ہونا چاہیے اور وائن بھی نہیں ہونی چاہیے۔ آپ کو بالکل سادہ مشروم اور سبزی والا پزا چاہیے۔" وہ مسکرا کر اس سے بولی۔

"یس! تھینکس اگین" اس بار اس نے یہ الفاظ سنجیدگی سے کہے۔

"مائی پلیژر" وہ خوش اخلاقی سے مسکرائی۔

"آپ بل پے کر دیجیے گا پزا تیار ہو رہا ہے۔ دس سے پندرہ منٹ لگیں گے۔ تب تک آپ بیٹھ جائیں۔" وہ بل پے کرنے کے بعد اپنے لیے کوئی اور میز منتخب کر کے وہاں بیٹھنے کے ارادے سے مڑا تھا۔ وہ لڑکی بھی اس کے ساتھ کاؤنٹر سے ہٹی تھی مگر جیسے ہی کاؤنٹر سے ہٹ کر وہ اس لڑکی کی میز کے قریب پہنچے وہ اس سے بولی۔

"آیئے بیٹھیے۔" اس نے بالکل ابھی ابھی اس کی مدد کی تھی۔ وہ فوراً" بد اخلاقی دکھا کر بیٹھنے سے منع نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں دل میں اسے یہ پیش کش اور بے تکلفی گراں گزری تھی۔ بہر حال وہ مجبوراً" اور مروتاً" اس کی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا' بے حد پر تکلف انداز میں۔

"تیکسٹ ٹائم آپ کو اپنے لیے کچھ آرڈر کرنا ہو یا کہیں سے کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے رہے ہوں یعنی آپ کہیں گے senza strutto vino۔"

وہ مسکرا کر اسے بتا رہی تھی۔ غالباً" اسے بلاوجہ اور بات بے بات مسکرانے کی عادت تھی۔ اسے جھنجلاہٹ ہو رہی تھی۔ اس وقت اس کا کسی سے بھی خوش اخلاقی دکھانے اور گفتگو کرنے کا موڈ نہ تھا مگر اس سے مدد لینے کی حماقت کر بیٹھا تھا۔ اس کا خمیازہ تو بھگتنا ہی تھا۔ اس نے سنجیدگی سے صرف اس کی بات سنی تھی۔ جواب میں کچھ بھی نہیں بولا تھا۔ مگر اس باتونی لڑکی کو اس کے کچھ بولنے یا نہ بولنے سے یقیناً" کچھ فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ اسی طرح مسکراتے ہوئے اسے مزید بتا رہی تھی۔

"اٹالین زیادہ مشکل زبان نہیں ہے۔ اٹالین کے بہت سے لفظ تو آپ یقیناً" پہلے ہی سے جانتے ہیں۔ papuccino' espresso' gelato' pasta'۔ pizzacafe' solo' paparazzi

وہ اپنی آنکھوں پر لگے اسٹائلش گلاسز کو ہاتھوں سے سیٹ کرتے ہوئے بولی۔ وہ چھبیس' ستائیس سال کی ایک خوش شکل لڑکی تھی۔ اس نے بلیک کلر کی کیپری پینٹ' ریڈ کلر کے اسٹائلش ٹاپ کے ساتھ پہن رکھی تھیں۔ اس کے سلکی بال سرخی مائل براؤن کلر کے تھے اور اس نے ان کی اونچی کر کے پونی بنا رکھی تھی۔ لبوں پر سرخ رنگ کی لپ اسٹک لگی تھی۔ اس کے خوب صورتی سے تراشے ناخنوں پر سرخ رنگ کی نیل پالش لگی ہوئی تھی۔ اس کے بلیک فریم والے اسٹائلش اور فیشن کے مطابق گلاسز دیکھ کر ہی پتا چل رہا تھا کہ وہ ڈیزائنر گلاسز ہیں۔ شاید ارمانی کے یا اسی کی ٹکر کے کسی اور ڈیزائنر کے۔ دیگر تمام اٹالینز کی طرح فیشن اور اسٹائل یقیناً" اس کے لیے بھی بے حد اہمیت رکھتا تھا۔ اس کے انداز شاہانہ تھے اور اس کی شخصیت میں ایک وقار تھا۔ جب وہ اس کے بالکل سامنے بیٹھی

Grazie signore alberto

البرٹو مسکراتا ہوا وہاں سے پلٹ گیا تھا۔ "Grazie شکریہ کو بولتے ہیں' یہ تو پتا ہو گا ناں آپ کو؟"

"جی۔" اس کے طویل جملوں کے جواب میں اس کے جملے ایک یا دو الفاظ سے زیادہ طویل نہیں تھے۔

"البرٹو اور سلویا میاں' بیوی ہیں۔ اور میں چھوٹی سی تھی ناں جب سے یہ دونوں یہ پزیریا چلا رہے ہیں۔" جن معلومات کے حصول میں اسے قطعاً" کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ اسے وہ فراہم کر رہی تھی۔

اس گلے پڑی مصیبت سے پیچھا چھڑانے کا واحد طریقہ اسے یہ سمجھ میں آیا کہ اپنا پزا کھانا شروع کر دے۔ کھانا ختم کرتے ہی وہ اس سے معذرت کر کے یہاں سے اٹھ جائے گا۔ سکندر کو کھانا شروع کرتے دیکھ کر اس نے بھی اپنا ٹھنڈا ہو چکا پزا کھانا شروع کر دیا تھا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کیا کہ پزا کھانے پزیریا آئے ہیں۔ آپ کو صحیح معنوں میں اٹالین پزا کا جو مزا ان چھوٹے چھوٹے پزیریا میں ملے گا' وہ بڑے ہوٹلوں میں نہیں مل سکتا۔ رومن پزا کی خاصیت یہ ہے کہ اس کا کرسٹ (crust) بڑا پتلا ہوتا ہے۔ اور اٹالین پنیر کا جو مزا آپ کو اس میں ملے گا' وہ کہیں اور نہیں مل سکتا۔ اٹلی سے باہر دیگر بیشتر ممالک میں جو پزا لوگ بڑے شوق سے کھاتے ہیں' وہ عموماً" پزا کا امریکن ورژن ہوتا ہے۔ ان بے چاروں نے کبھی اصلی اٹالین پزا کا مزا ہی نہیں چکھا ہوتا' اس لیے وہ اسی پر خوش ہو جاتے ہیں۔"

وہ اس طویل گفتگو میں دلچسپی رکھتا بھی ہے یا نہیں' اسے پزا کے اٹالین اور امریکن فرق معلوم کرنے میں کوئی دلچسپی ہے بھی یا نہیں' اس سے بے نیاز وہ کھاتے ہوئے مسلسل بولنے میں مگن تھی۔ اس کی

نے اپنا تعارف بھی نہیں کروایا" وہ جواباً" خاموش رہا۔ پزا کا نوالہ لیتے ہوئے اس نے محض خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

"میں لیزا ہوں۔" وہ اب اس کی طرف ان نظروں سے دیکھ رہی تھی کہ وہ بھی اپنا تعارف کروائے۔

"سکندر۔"

"ٹورسٹ (سیاح) ہیں؟ روم گھومنے آئے ہیں؟"

"نہیں' آفیشل کام سے۔"

اب قبل اس کے کہ اس کا مزید تعارف حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی۔ یہ گفت و شنید جس میں اسے رتی برابر بھی دلچسپی نہ تھی' مزید ذاتیات کی طرف جاتی' وہ اپنے پزا کا آخری لقمہ کھا کر چھری اور کانٹا میز پر رکھتے ہوئے اس سے بولا۔

"آپ کا بہت شکریہ لیزا! آپ نے میری مدد کی۔ اب میں چلتا ہوں' مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

اس نے زبردستی چہرے پر مروت اور شائستگی کی مسکراہٹ سجائی — وہ جواباً" خوش دلی سے مسکرائی تھی۔ اس نے چھری اور کانٹا پلیٹ پر رکھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا

"چاؤ (ciao) سکندر۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔" سکندر نے اس کا بڑھا ہاتھ مصافحے کے لیے تھام لیا تھا۔

"چاؤ لیزا۔" اس نے بھی اٹالین ہی انداز میں اسے خدا حافظ کہا' چہرے پر خوش اخلاقی والی ہلکی سی مسکراہٹ رکھتے۔

وہ اپنے ہوٹل کی طرف جانے والے راستے پر رواں تھا۔ وہ پتھروں سے بنی کئی سو سال قدیم اسٹریٹ سے گزر رہا تھا۔ ارد گرد کئی کئی سو سال پرانی عمارتیں تھیں۔ اس سڑک پر بھی ایک فوارہ تھا۔ ایسا لگتا تھا

کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔

بغیر راستہ بھٹکے وہ اپنے ہوٹل تک پہنچ گیا تھا۔ اس کے ہوٹل کی بلڈنگ بھی سولہویں صدی میں کسی رومن بادشاہ کے لیے بنایا گیا ایک محل تھی جسے بعد میں نئے سرے سے تعمیر کر کے اس ہوٹل کی شکل دی گئی تھی۔ ہوٹل میں تمام تر جدتیں اور جدید ترین سہولیات موجود تھیں مگر اس طرح کہ اس کی اصل شکل اور تاریخی حیثیت بھی برقرار رکھی گئی تھی۔

کھانا وہ کھا کر آچکا تھا۔ اب رات گئے تک اسے خود کو آفس کے کاموں میں مصروف رکھنا تھا۔ اس نے روم سروس کال کر کے اپنے لیے کافی منگوائی تھی۔ اور خود کو کاموں میں غرق کر لیا تھا۔ وہ گزری رات کے خواب کو آج کسی بھی قیمت پر سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ دوپہر سے گھر سے نکلی ہوئی تھی۔ وہ آج کل via barberini کے پاس ایک ذیلی گئی سو سال قدیم پتھروں سے بنی ایک ذیلی سڑک اور اس سڑک پر موجود سولہویں صدی میں بنائی گئی چند بلڈنگز کو پینٹ کر رہی تھی۔ وہ اپنا ایزل، کینوس، پینٹ اور برش لے کر دن کے ان اوقات میں وہاں لوگوں کی زیادہ آمدورفت نہیں ہوا کرتی تھی تب وہاں آجایا کرتی تھی۔ اس نے ہر ہر زاویے سے وہاں کی کئی تصاویر کھینچ رکھی تھیں۔ وہ ان تصاویر کی مدد سے بھی اس جگہ کو پینٹ کر سکتی تھی۔ مگر ایک تو اسے کسی بھی لینڈ اسکیپ کو اس کی اصل جگہ پر موجود رہ کر پینٹ کرنے میں مزا آیا کرتا تھا اور دوسرے اسے اپنے روم کی گلیوں میں وقت گزارنا اچھا لگا کرتا تھا۔ اگلے ماہ کے آخر میں فلورنس میں اس کی پینٹنگز کا سولو شو تھا۔

اس بار اس کا موضوع رومن لینڈ اسکیپ تھا۔ کچھ لہٰذا پینٹنگ شروع کرنے سے پہلے کہیں باہر سے لنچ کر لے۔ مگر کام کی دھن میں اسے کھانے پینے کی خواہش ہوا ہی نہیں کرتی تھی۔ یہاں دوپہر میں دکانیں اور بار بند ہو جاتے تھے اور لوگوں کی آمدورفت بھی قدرے کم ہو جاتی تھی۔ سو یہ وقت اسے پینٹنگ کے لیے اچھا لگا کرتا تھا۔

پانچ بجے کے قریب جب دفاتر کی چھٹی ہونے لگی اور لوگوں کی آمدورفت شروع ہوئی تو اس نے اپنا پورٹیبل ایزل اور دیگر سامان سمیٹ کر گاڑی میں رکھا تھا۔ سال کے ان مہینوں میں جب وہ روم میں ہوتی تھی تب اسے یہاں اپنے بچپن کی یادیں تازہ کرنا اچھا لگا کرتا تھا۔ ان یادوں میں البرٹو اور سلویا کا پزیریا بھی شامل تھا تب ہی وہ اکثر و بیشتر یہاں پزا کھانے چلی آیا کرتی تھی۔ اپنے بچپن میں وہ یہاں کتنا آتی تھی۔ اس نے گاڑی پزیریا کے پاس لا کر روکی تھی۔ وہ اندر آگئی تھی۔

اندر آتے ہی اسے ایک میز پر وہ بیٹھا نظر آیا تھا۔ وہ جس سے وہ کل یہاں پر ملی تھی۔ سکندر، جو شاید پاکستانی تھا یا شاید انڈین۔ خاموش خاموش سا، اپنے آپ میں گم سا۔

وہ آرٹسٹ تھی اور اسے حسن متاثر کرتا تھا۔ اور وہ شخص مردانہ حسن اور وجاہت کا مجسمہ تھا۔ اس کا چھ فٹ سے نکلتا قد، مضبوط جسم، چوڑا سینہ، گھنے سیاہ بال جن میں ہلکا سا خم تھا۔ اس کی پوری شخصیت، اس کے چہرے کا ہر نقش مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا۔ گہری سیاہ آنکھیں جن میں مقناطیسیت تھی، ایک حزن تھا، اداسی تھی اور ایک اسرار تھا۔ اس کے ہونٹوں کا کٹاؤ بڑا خوب صورت تھا اس کا نچلا ہونٹ اوپری ہونٹ

پڑی تھی۔ وہ واقعی پکی پکی آرٹسٹ تھی۔ اسے راستے میں ملتے' آتے جاتے لوگوں کو بھی بغور ایک آرٹسٹ کی نگاہ سے دیکھنے کی عادت تھی۔ گھر جا کر اس کی بہنی سے گپ شپ ہوئی پھر سیم کا فون آگیا اور وہ اس غیر معمولی مردانہ حسن و وقار لیے چہرے کو بھول گئی۔ مگر اس وقت اسے دیکھ کر اسے وہ پھر سے یاد آگیا تھا۔ کیا خوب ہو اگر وہ اس چہرے کو پینٹ کر سکے۔

وہ خوش دلی سے مسکراتی اس کی میز کے نزدیک آگئی تھی۔ وہ سر جھکائے اپنا پزا کھانے میں مصروف تھا۔ جلدی جلدی جیسے کھانے کو انجوائے نہ کر رہا ہو۔ بلکہ کوئی ضرورت پوری کر رہا ہو۔ وہ اس کے پاس آگئی تھی۔

"سینور سکندر!" اس نے چونک کر سر اوپر اٹھایا تھا۔

"چاؤ(ciao)" جوابا" مسکرایا نہیں تھا۔ وہ اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اسے پہچانا نہ ہو۔ صرف ایک دن میں تو کوئی کسی کو نہیں بھول سکتا' وہ دل ہی دل میں حیران ہوئی۔

"کیسا اتفاق ہے۔ ہم آج پھر ایک ہی وقت پر یہاں موجود ہیں۔" وہ عادتا" مسکرا کر بولی۔

وہ ہنسنے ہنسانے والی زندہ دل سی لڑکی تھی۔

وہ جوابا" اسے خاموش اور اجنبی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

جب اس نے مروتا" اور اخلاقا" بھی اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کی دعوت نہ دی تو کچھ ڈھیٹ بن کر اس نے خود ہی پوچھا۔ کیا واقعی وہ اسے نہیں پہچانتا تھا؟ کل وہ اتنی دیر تک ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے ساتھ بیٹھ کر پزا کھایا تھا۔ اسے اس کا پزا آرڈر کرنے میں مدد کروانے کے لیے اس نے اپنا پزا ٹھنڈا تک ہو جانے دیا تھا۔

سرد' خشک اور سپاٹ ضرور تھے۔ وہ اس کی وہاں موجودگی سے بے نیاز سر جھکا کر دوبارہ کھانا کھا رہا تھا۔ اپنی اس عزت افزائی پر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ شرمندہ سی ہوتے وہ ایک دم ہی خاموشی سے اس کی میز کے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔ شرمندگی اور غصہ محسوس کرتی وہ کاؤنٹر پر آکر البرٹو سے بات کرنے لگی تھی۔

البرٹو کو یہ بتانے کی تو ضرورت نہیں تھی کہ اسے کیسا پزا چاہیے۔ وہ یہاں آکر ہمیشہ ایک ہی طرح کا پزا کھایا کرتی تھی۔ البرٹو سے ہائے ہیلو اور خیر و عافیت دریافت کرتے اس نے مڑ کر دیکھا تو جس میز پر وہ بیٹھا تھا۔ وہ اب خالی تھی۔ وہ اپنا کھانا ختم کر کے وہاں سے جا چکا تھا۔

وہ اس کی بد اخلاقی اور بد تہذیبی پر حیران تھی۔ لگتا تو اعلا تعلیم یافتہ تھا۔ پھر اس درجہ بد تہذیبی؟ وہ حیران بھی ہوئی تھی اور اس کا موڈ بھی خراب ہوا تھا۔ یہ خراب موڈ اس وقت مزید خراب ہو گیا تھا جب گھر آتے ہی اس نے وٹوریا کی کال ریسیو کی۔ اپنی ماں سے بات کرنا اس کے لیے کبھی بھی خوش گوار ثابت نہیں ہوا کرتا تھا۔ سو ایسا ہی آج بھی تھا۔ پہلے منٹ اس کی خیریت پوچھنے اور اس سے محبت کا اظہار کرنے کے بعد اگلے منٹ وہ اپنے اصل مقصد اور کام کی بات پر آگئی تھیں۔

"میں rehab centre (بحالی صحت سینٹر) سے آگئی ہوں۔ اب اپنی ساری زندگی الکحل کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گی۔ مجھے کچھ پیسے چاہئیں لیزا۔ جیسے ہی مجھے جاب ملے گی میں تمہارے پیسے واپس کر دوں گی۔"

اس کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ آئی تھی۔ محبت میں 'پیار میں' یاد آنے پر وہ کبھی بھی یاد نہیں کی جاتی تھی

میں وہ پانچ ہی مرتبہ علاج کے لیے جا چکی تھیں۔ ہر بار وہاں سے واپس آکر اس عہد کو دہراتی تھیں کہ اب شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گی مگر چند ہفتے بھی نہیں گزر پاتے تھے انہیں اپنے عہد پر قائم رہتے۔

اسے وٹوریا سے کوئی تلخ یا کڑوی بات کرنا بے معنی محسوس ہوا تھا۔ لڑا تو وہاں جاتا ہے جہاں کچھ امیدیں ہوتی ہیں، محبتیں ہوتی ہیں۔ اس کا اپنی ماں سے کبھی ماں اور بیٹی والا تعلق رہا ہی نہیں تھا۔ جب اس کے پاپا سے انہوں نے طلاق نہیں لی تھی، جب وہ سب ایک ساتھ رہا کرتے تھے۔ وہ تو تب بھی کبھی اسے اپنی ماں نہیں لگی تھیں۔

"میں پیسے بھجوا دوں گی۔"

وٹوریا میلان MILAN میں رہتی تھیں اور سال کے جن مہینوں میں ان کے پاس نوکری نہیں ہوتی تھی تب وہ اس سے اسی طرح فون پر رابطہ کیا کرتی تھیں۔ اسے غصہ بھی تھا، وہ دکھی بھی تھی مگر اس نے کل ہی آن لائن اپنی ماں کے اکاؤنٹ میں پیسے ڈلوا دیے تھے۔

"نینی! مجھے بھوک نہیں ہے۔ میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔"

وہ کچن میں ڈنر کی تیاری کرتی نینی کو اطلاع دیتی اوپر اپنے اسٹوڈیو میں آگئی تھی۔ وہ اداس تھی، بچپن کی بہت سی محرومیاں تازہ ہو گئی تھیں۔ وہ بے دلی سے کینوس پر رنگ بکھیر رہی تھی تب ہی فون کی بیل بجی تھی۔

"سیم" کال کرنے والے کا نام دیکھتے ہی اس کی اداسی ایک لمحے میں دور ہو گئی تھی۔ اس نے لپک کر کال ریسیو کی تھی۔

"تمہیں کیسے پتا چل جاتا ہے سیم! کہ اس وقت مجھے تمہاری ضرورت ہے؟" اس کے لہجے میں بہن کے لیے والہانہ محبت اور شدتیں تھیں۔

سے صرف ایک سال بڑی تھی مگر اس کی یوں پروا کرتی، یوں اس کا خیال رکھتی تھی جیسے وہ کوئی چھوٹی سی بچی ہو۔ بچپن میں جب ان دونوں بہنوں نے ماں اور باپ دونوں کی جانب سے عدم توجہ کا دکھ سہا تھا، تب اس کی پروا کرتی، اس سے بے تحاشا محبت کرتی سیم بہن اور دوست ہونے کے ساتھ ساتھ جیسے اس کی ماں اور باپ بھی بن گئی تھی۔ جیسے ماں باپ اپنے بچوں کی پروا کرتے ہیں ایسے وہ اس کی پروا کیا کرتی تھی۔

"کیسی گزر رہی ہیں تمہاری چھٹیاں؟" سیم نے اس سے پوچھا۔

"مزے میں۔ سیم تم بھی آجاؤ روما۔" دیگر تمام اٹیلینز کی طرح وہ بھی روم کو روما کہا کرتی تھی۔ اور اپنے روما سے اسے عشق تھا۔

"ابھی تو میں آفس کے کام سے ترکی جا رہی ہوں لز۔ اگر کام جلدی ختم ہو گیا تو آجاؤں گی تمہارے پاس۔"

"سیم نے عادت کے مطابق اسے اس کے نک نیم سے پکارا۔ یہ نک نیم اسے دیا بھی اسی نے تھا اور اس سے پکارا بھی وہی کرتی تھی۔ اس نے سیم کو ماں کے فون کی بابت بتایا۔ سیم اس کے مقابلے میں بہت مضبوط اور بہادر تھی۔ وہ اب بھی بردباری اور پیار سے سمجھا رہی تھی۔

"کیوں ممی، پاپا کے بارے میں سوچ سوچ کر اپنا دل دکھاتی ہو لز؟ وہ دونوں جیسے ہیں ویسے ہی رہیں گے۔ ممی کو پیسے بھجوا دو مگر پلیز یہ سوچنا اور دل جلانا چھوڑ دو کہ وہ ایسی کیوں ہیں۔ تم روما اپنی چھٹیاں انجوائے کرنے آئی ہو۔ خوب انجوائے کرو۔ اور اب مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری کتنی پینٹنگز مکمل ہو گئیں؟"

سیم نے اس کا موڈ تبدیل کرنے کے لیے فوراً ہی

☆ ☆ ☆

آفس میں وہ اور روبرٹو ساتھ بیٹھے ایک کانٹریکٹ پر نظرثانی کررہے تھے۔ روبرٹو بھی اسی کی طرح ان کی کمپنی میں ایک لیگل ایڈوائزر تھا۔ جنوبی یورپ میں ان کی کمپنی کی جو لیگل ٹیم کام کرہی تھی اس کا ایک ذہین وکیل۔

وہ دونوں انتہائی سنجیدگی سے آپس میں پیشہ ورانہ گفتگو کررہے تھے جب روبرٹو کے آفس کے دروازے پر ایک کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس آفس میں اپنے عارضی قیام کے دوران اسے ایک علیحدہ کیبن فراہم کیا گیا تھا۔ مگر کسی نہ کسی ڈسکشن یا میٹنگ کے لیے اس کا زیادہ وقت روبرٹو کے آفس ہی میں گزرتا تھا۔

اس نے اور روبرٹو دونوں نے "giorno buon" کہتی اس خوب صورت نسوانی آواز کی طرف نظریں گھما کر دیکھا۔ انہیں صبح اور دن کے وقت کا اٹالین میں سلام کرتی لڑکی کوئی اور نہیں اسے پزیریا میں ملی لڑکی ہی تھی۔ کیا روم اتنا چھوٹا شہر تھا جہاں یہ لڑکی اسے بلاوجہ بار بار ٹکرا رہی تھی۔

وہ اسے دیکھ کر خوامخواہ ہی چڑا۔ وہ زبردستی بے تکلف ہونے کی کوشش کرتی تھی اور یہ چیز اسے اس لڑکی سے چڑدلا رہی تھی۔

"چاؤ لیزا۔" روبرٹو گرم جوشی سے مسکراتا ہوا اپنی کرسی سے اٹھا تھا۔ وہ انتہائی پرتپاک اور دوستانہ انداز میں اس کا خیر مقدم کررہا تھا۔

"میں اندر آجاؤں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ آؤ بیٹھو۔"

سکندر نے ایک نظر اس پر ڈالنے کے بعد فوراً ہی کانٹریکٹ کے صفحات اپنے سامنے کرلیے تھے۔ وہ ہو۔ "لیزا روبرٹو تو جواب دی سکندر کے برابر رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ روبرٹو اپنی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ دونوں اٹالین میں بات کررہے تھے اور اسے سلام سے ہٹ کر ان دونوں کی گفتگو کا ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ہاں یہ ضرور پتا چل رہا تھا کہ وہ دونوں آپس میں بے تکلف ہیں غالباً" دوست ہیں۔

"ہائے۔" چونکہ اس بار اسے مخاطب کیا گیا تھا اس لیے اسے کانٹریکٹ پر سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھنا پڑا۔

"ہائے۔" وہ جواباً" سنجیدگی سے بولا۔

"آپ نے پہچانا مجھے؟" وہ اس سے انگریزی میں مخاطب تھی۔ یہ سوال اس نے بظاہر مسکرا کر پوچھا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا وہ اس روز پزیریا میں اس کے اسے نہ پہچاننے کا تاثر دینے کا قدرے جتانے والے انداز میں حوالہ دے رہی تھی۔

"جی۔ آپ لیزا ہیں۔ آپ نے پزیریا میں مجھے پزا آرڈر کرنے میں مدد کی تھی۔" وہ چہرے پر بغیر شرمندگی کا کوئی تاثر لائے اسی سنجیدگی سے بولا۔

"میں آپ کو یاد ہوں؟ میں سمجھ رہی تھی شاید آپ مجھے پہچانے نہیں ہیں۔" وہ پھر مسکرا کر درپردہ طنز کررہی تھی۔

روبرٹو جو ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا فوراً" مسکرا کر بولا تھا۔

"آپ دونوں ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہیں یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ یعنی میں تعارف کروانے والی فارمیلٹی سے بچ گیا۔"

لیزا اس کی بات پر مسکرائی۔ بلاوجہ اور بات بے بات مسکراتے رہنے سے یہ لڑکی تھکتی نہیں تھی اس نے کوفت سے سوچا۔ روبرٹو اب اس سے مخاطب تھا۔

"اس تعارف میں بس یہ اضافہ کرلو سکندر کہ لیزا

کی۔" اب اس کی وجہ سے مرنے میں انگریزی بولی جارہی تھی۔

"بہت سے لوگ تو اس غلط فہمی تک میں مبتلا ہوگئے تھے کہ ہم بوائے فرینڈ گرل فرینڈ ہیں۔"

لیزا ہنس کر روبرٹو اور اس کی طرف دیکھ کر بولی تھی۔ روبرٹو اس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"اور ہم دونوں لوگوں کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے بجائے اس پر خوب ہنسا کرتے تھے۔"

وہ سکندر کو بتا رہا تھا۔ وہ اپنے مخصوص پُرتکلف انداز میں بہت ہلکا سا مسکرا رہا تھا۔ شائستگی اور مروت کا مظاہرہ کرتا ہوا۔

"میرا تعارف تو پورا ہوگیا۔ اب تم سکندر صاحب کا بھی مکمل تعارف کروا دو۔ میں ان کے بارے میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ ان کا نام سکندر ہے' یہ اپنے کسی آفیشل کام سے روما میں ہیں اور انہیں ویجز اور مشروم زوالا پزا پسند ہے۔"

اس لڑکی کی نان سیریس باتیں اور بلاوجہ فری ہونا اسے کس قدر برا لگا کرتا ہے۔ کاش روبرٹو یہاں نہ ہوتا تو وہ اسے بتاتا۔

"سکندر روما میں ہماری کمپنی کے لیگل ایڈوائزر ہیں۔ بہت ہی قابل اور ذہین لائر ہیں۔ آفس ہی کے کام سے دو' تین ہفتوں کے لیے روم میں ہیں۔" روبرٹو لیزا کو بتانے لگا۔ اب اس وقت کانٹریکٹ کا کچھ کام تو ہو نہیں سکتا تھا۔ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ روبرٹو سے معذرت کرکے اپنے کیبن میں چلا جائے' ان دو دوستوں کو گفتگو کرتا چھوڑ کر کہ لیزا روبرٹو سے انگریزی ہی میں بولی۔

"میٹنگ میں ابھی دیر ہے۔ میں کچھ جلدی آگئی۔ میں نے سوچا میں پہلی مرتبہ تمہارے آفس آئی ہوں۔ تم یقیناً مجھے اپنے ساتھ لنچ کرنے کی دعوت دو گے۔"

"لنچ ٹائم تو ہو ہی گیا ہے۔ چلو سکندر! کہیں باہر چل کر لنچ کرتے ہیں ہم تینوں۔"

روبرٹو نے اسے بھی لنچ کی دعوت دی تھی۔ اسے اپنا پروفیشنل سنجیدہ اور لیا دیا انداز برقرار رکھنا تھا وہ انکار کرکے بچکانہ پن کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ دونوں یہ تاثر لیں کہ وہ لیزا کو قصداً" اگنور کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے انکار کر رہا ہے۔

"اوکے چلو۔" اس نے سنجیدگی سے چلنے کی ہامی بھری تھی۔

☆ ☆ ☆

آفس سے قریب ہی ایک ریسٹورنٹ میں وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ابھی ان کا لنچ سرو نہیں کیا گیا تھا۔ ویٹر نے سب سے پہلے ایک باسکٹ جس میں کئی طرح کے رولز رکھے ہوئے تھے اور ایک باؤل جس میں اولیو آئل تھا' ان کی میز پر لا کر رکھا۔

وہ دو اٹالین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اسے پہلی مرتبہ پتا چلا تھا کہ اٹلی کے لوگ اپنے کھانے کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔ لیزا اور روبرٹو نے اپنی اپنی پلیٹوں میں ایک ایک رول اٹھا کر رکھا تھا۔ وہ رول کے ٹکڑے ہاتھوں سے توڑ توڑ کر اولیو آئل میں ڈبو رہے تھے اور اسے مزے لے کر کھا رہے تھے۔ اسے بھی آفر کی گئی تو ان کے کھانوں کے طور طریقوں کا ساتھ دینے کے لیے چند نوالے رول کے اس نے بھی اولیو آئل میں ڈبو کر کھا لیے تھے۔

اسی دوران ان کا آرڈر کردہ کھانا سرو کر دیا گیا تھا۔ وہ فرائیڈ مشروم زاور پاستا کھا رہا تھا۔

"اس کے اس نان سیریس سے (attitude) پر نہ جانا۔ یہ کافی سنجیدہ قسم کی آرٹسٹ ہے۔ اور خاصی مہنگی بھی۔"

اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ ایک اچھا آرٹسٹک لک بن سکے۔ اس مقصد کے لیے کسی اچھے آرٹسٹ سے ان کی کمپنی کو رابطہ کرنا تھا اور روبرٹو کے مشورے پر انہوں نے لیزا سے رابطہ کیا ہے آج اسی حوالے سے لیزا کی ان کی کمپنی کے کچھ سینئر ایگزیکٹیوز کے ساتھ میٹنگ ہے، جس میں ان پینٹنگز کا موضوع اور معاوضہ طے کیا جانا تھا جو لیزا انہیں بنا کر دے گی۔

"دیکھو پتا نہیں یہ ہم سے اپنی صرف ایک پینٹنگ کے لیے کیا ڈیمانڈ کرتی ہے۔" لیزا جواباً ہنسی تھی۔

"اب مہنگی آرٹسٹ کے نخرے تو ہوں گے نا؟" روبرٹو کو جواب دینے کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"تمہیں آرٹ میں انٹرسٹ (دلچسپی) ہے؟"

اس بار اس کے لہجے اور الفاظ میں نمایاں بے تکلفی تھی۔ اس نے جیسے از خود ہی یہ فرض کر لیا تھا کہ اگر وہ اس کے بچپن کے دوست کا کولیگ نکل آیا ہے تو وہ اس کے ساتھ بے تکلف ہو کر بات چیت کر سکتی ہے۔

"نہیں۔ مجھے بالکل بھی انٹرسٹ نہیں ہے۔" فورک سے پاستا کھاتے ہوئے اس نے اسی سنجیدگی سے جواب دیا۔ لیزا نے بغور اسے دیکھا تھا، پتا نہیں کیوں۔

"تم Destiny (تقدیر) پر یقین رکھتے ہو سکندر؟"

کچھ دیر کے بعد روبرٹو سے بات کرتے کرتے لیزا نے اچانک اس سے پوچھا تھا۔ اس نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ اسے اس کا دوستانہ و بے تکلفانہ انداز میں بات کرنا گراں گزر رہا تھا۔ مگر وہ اس کا اظہار اپنے چہرے سے ہونے نہیں دے رہا تھا۔

"میرا مطلب ہے پہلے پزیریا اور اب روبرٹو کا آفس، یہ تقدیر ہی ہے نا جو ہم بار بار کہیں نہ کہیں مل جلدی ختم کر کے اٹھ رہے تھے۔ اپنے حساب سے اس نے لنچ کرنے میں ایک گھنٹہ ضائع کر دیا تھا۔ جبکہ کھانا دس سے پندرہ منٹ کے اندر کھا لیے جانے والی چیز تھی۔

روبرٹو ہنستے ہوئے اسے بتا رہا تھا، آفس ٹائمنگ کے دوران بھی ڈیڑھ سے دو گھنٹے کا لنچ اٹالینز کے لیے بڑی عام سی بات تھی۔ وہ لوگ ریسٹورنٹ سے اٹھ رہے تھے، جب لیزا نے اسے اپنا فون نمبر دیا۔

"کیا پتا کبھی تمہیں آرٹ میں دلچسپی ہو جائے اور تم مجھ سے کوئی پینٹنگ بنوانا چاہو۔" وہ بلاوجہ بے تکلف ہوتی مسکرا کر بولی تھی۔

"یا قسمت تم دونوں کو ملوانا چھوڑ دے اور تم لیزا سے ملنا چاہو۔" روبرٹو مسکرا کر بولا تھا۔ وہ لیزا کو چھیڑ رہا تھا۔

لیزا ہنسی تھی۔ "ہاں بالکل۔"

وہ تینوں آفس آ گئے تھے۔ لیزا اپنی میٹنگ کے لیے چلی گئی تھی، جبکہ وہ آتے کے ساتھ ہی اپنے کیبن میں آ گیا تھا۔ اس طویل لنچ میں اچھا خاصا وقت برباد ہو گیا تھا۔ وہ سنجیدگی سے فوراً اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"لیزا بہت اچھی لڑکی ہے۔"

اگلے روز وہ اور روبرٹو آفس میں ساتھ بیٹھے تھے۔ کام کے دوران جب کافی کے لیے وقفہ کیا گیا تب کافی کے گھونٹ لیتا روبرٹو اپنی بیوی اور بچے کی بات کرتے کرتے ایک دم ہی لیزا کے بارے میں بات کرنے لگا۔ یا وہ خود ملتی رہے گی یا پھر اس کا ذکر ہوتا رہے گا۔ ایسے جیسے پتا نہیں وہ کتنی اہم شخصیت ہے۔ اس نے دل میں بے زاری اور کوفت محسوس کی، پر چہرے پر کچھ

پریگننٹ تھی' ڈلیوری کا ٹائم بالکل قریب تھا' تب اچانک ہی مجھے آفس کے کام سے تین' چار دنوں کے لیے اسپین جانا پڑ گیا تھا۔ میں اپنی بیوی کے لیے فکر مند تھا۔ میں اس کی ماں اور بہن سے اس کا خیال رکھنے کی تاکید کر کے گیا تھا۔ لیزا ان دنوں چھٹیوں میں روم آئی ہوئی تھی۔ جانتے ہو' جس روز میری بیوی کو اسپتال جانے کی ضرورت پڑی تب اس کی ماں اور بہن سے بھی پہلے لیزا اس کے پاس پہنچی تھی۔ وہ اسے اسپتال لے کر گئی تھی۔"

اس قصے میں بہت سی باتیں ایسی تھیں جو اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھیں۔ مگر جب اسے قصے ہی میں کوئی دلچسپی نہ تھی تو کچھ سمجھنے کی ضرورت بھی کہاں تھی۔ اس نے محض سر ہلا کر یہ تاثر دیا تھا کہ اس نے رابرٹو کی لیزا کے متعلق ساری بات سنی ہے۔

☆ ☆ ☆

اسے اندھیرے سے ڈر لگ رہا تھا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ وہ چلا رہا تھا۔ وہ رو رہا تھا۔ اسے اندھیرے سے نکلنا تھا۔ کوئی کیوں نہیں آ رہا اسے اندھیرے سے نکالنے' وہ مدد کے لیے چلاتا' بری طرح رو رہا تھا۔ اسے کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی تھی۔ وہاں کوئی تھا جو اس کی بے بسی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس پر قہقہے لگا کر ہنس رہا تھا۔

وہ بے چینی اور اضطراب میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ وہ پورا کا پورا پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سوتے میں کہیں چلے جانے' کہیں بھاگ جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے لبوں سے بہت ہلکی ہلکی بچاؤ' بچاؤ اور ہیلپ' ہیلپ کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ بے چینی سے ہاتھ پاؤں چلاتے اس نے یک دم ہی آنکھیں کھول دی تھیں۔

"ہارورڈ سے گریجویشن کے بعد پھر وہیں سے لاء پڑھو۔"

"جی پاپا۔" وہ مؤدب بنا جواباً گردن ہاں میں ہلا کر بولا تھا۔

زین نے اسے بغور دیکھا تھا۔ اسے سکندر کی فرماں برداری اور سعادت مندی والی اس اداکاری سے نفرت تھی۔ پاپا کے سامنے اتنا اچھا بن کر آخر وہ خود کو کیا ثابت کرنا چاہتا تھا؟ ان کی امو جان' شہریار خان کے آگے مختلف ڈشز رکھ رہی تھیں۔ وہ اسی طرح شوہر کی خدمت میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ شہریار خان اس گھر کے حاکم اعلا تھے۔ جو وہ پسند کرتے تھے وہ یہاں ہوا کرتا تھا جو ناپسند کرتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی وہ کر سکتا۔ بے کار سی امید تھی' پھر بھی وہ امید سے باپ کی طرف دیکھتا رہا شاید ابھی وہ اس کے بارے میں بھی اپنی کسی خواہش کا اظہار کریں۔ "زین میں چاہتا ہوں تم یہ پڑھو زین تم فلاں یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا۔" مگر اس کی حسرت' حسرت ہی رہی تھی۔ سکندر' شہریار کے آگے انہیں وہ نہ کبھی نظر آیا تھا' نہ ہی آ سکتا تھا۔ وہ سنجیدگی سے سکندر کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے۔ اس کے کیریئر' پروفیشن اور مستقبل کے حوالے سے انہوں نے کیا کیا پلان کر رکھا ہے' وہ یہ سب کچھ سکندر کو بتا رہے تھے اور وہ جی پاپا' اچھا پاپا اور اوکے پاپا کہتا ان کے ہر پلان سے اتفاق کر رہا تھا۔

سکندر کی تمام تر کیریئر پلاننگ شہریار خان نے کر رکھی تھی' جبکہ زین شہریار کے لیے ان کی کوئی کیریئر پلاننگ نہ تھی۔ وہ جہاں پر بھی پڑھنا چاہے اور جو کچھ بھی پڑھنا چاہے انہیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ وہ پیسہ اس پر بھی خرچ کریں گے' مگر اس کے لیے ان کے اس طرح کے کوئی خواب نہ تھے جیسے سکندر کے لیے اور

کھانے کے بعد کمرے میں آگیا تھا۔ عجیب سی ایک سوچ اس کے اندر آئی تھی۔ کاش ایسا ہو سکندر کا ہارورڈ میں داخلہ نہ ہو سکے۔ گو ناممکن سی بات تھی، پھر بھی وہ سوچ رہا تھا سکندر ہمیشہ ہی تو فاتح عالم نہیں ہوا کرتا۔ سکندر بھی ہار بھی تو جاتا ہے، تو اب کی بار کیوں نہیں؟

☆ ☆ ☆

وہ ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوا تھا جہاں تمام افراد غیر معمولی تھے۔ high achievers تھے۔ اس کے دادا، اس کے پاپا، اس کا بھائی۔ اس کے پاپا بڑے فخریہ انداز میں اپنے والد کا ذکر کیا کرتے تھے۔ وہ اس زمانے میں کیمبرج پڑھنے گئے تھے، جب کسی کا بچہ اگر میٹرک پاس کر لیا کرتا تھا تو ماں، باپ کے خوشی کے مارے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ وہ اس زمانے میں نہ صرف یہ کہ کیمبرج میں پڑھ کر آئے تھے بلکہ اپنے ڈیپارٹمنٹ میں اپنی ذہانت و قابلیت کا سکہ جما کر آئے تھے۔ پھر اس کے پاپا جو ہارورڈ کے فارغ التحصیل تھے۔ وہ وہاں کے گولڈ میڈلسٹ تھے۔ اس کے پاپا ایک مغرور آدمی تھے۔ ایسے ویسے لوگ اور ایسی ویسی کار کردگی تو ان کی نگاہ میں جچ ہی نہ سکتی تھی۔ وہ اپنے اونچے خاندان، اعلا نسب اور اپنی خاندانی ذہانت و قابلیت پر فخر کیا کرتے تھے۔

"پیسہ تو بہت لوگ کما لیتے ہیں۔ پیسہ ہونا خوبی کی بات نہیں، خوبی کی بات تو آپ کا اعلا نسب اور اعلا تعلیمی و تعلیمی قابلیت کا ہونا ہے۔ ان دو چیزوں کے ساتھ آپ نے پیسہ بھی کما لیا ہو تو یہ اصل فخر کی بات ہے۔" اس نے بچپن سے اپنے پاپا کے منہ سے یہ ہی جملے سنے تھے۔

مگر دکھ کی بات یہ تھی کہ وہ اپنے باپ کے طے کردہ ایک بھرپور مردانہ و رعب دار شخصیت کے حامل، مضبوط جسم، لمبا قد، چوڑا سینہ، چہرے پر گھنی مونچھیں، گہری سیاہ آنکھیں جن میں خوب صورتی اور ذہانت دونوں چھلکتی تھیں۔ لمبی مغروریت لی ناک، کشادہ پیشانی۔ وہ چلتے تو یوں لگتا کسی ریاست کا حاکم چلا آرہا ہے۔ بولتے تو ان کی شخصیت کے رعب کی بھاری مردانہ آواز اور جاہ و جلال کے آگے بڑے بڑوں کا پتا پانی ہو جایا کرتا۔

وہ زندگی میں ہر جگہ، ہر میدان میں کامیاب ہوئے تھے۔ وہ ورلڈ بینک میں ایک انتہائی اونچی اور اہم پوسٹ پر جاب کر رہے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انہیں پاکستان میں اپنے خاندانی بزنس کو سنبھالنا تھا، جسے ابھی اس کے دادا سنبھال رہے تھے۔

شہریار خان کی ملازمت کے سبب وہ لوگ واشنگٹن میں رہتے تھے۔ ان کی فیملی چار افراد پر مشتمل تھی۔ شہریار خان، ان کی ماں جنہیں وہ بھائی امو جان بلایا کرتے تھے اور وہ دونوں بھائی۔

ان کی ماں ایک بڑی ہی نرم خو اور مہربان خاتون تھیں۔ دھیمے سُروں میں بولنے والی، ہر ایک سے ہمدردی کرنے والی، اپنے بچوں اور شوہر پر جان چھڑکنے والی، وہ اعلا تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھیں۔ مگر شادی کے بعد شہریار خان کے کہنے پر انہوں نے شوہر اور پھر بعد میں بچوں کی خاطر اپنے کیریئر اور پروفیشن کی قربانی دے کر خود کو پوری طرح اپنے گھر کے لیے وقف کر دیا تھا۔ شہریار خان کا جس طرح کا مزاج تھا، وہ جس طرح اپنی بات منوانے کے عادی تھے، جس طرح کی حاکمانہ ان کی طبیعت تھی، ایسے مزاج کے حامل شخص کے ساتھ گزارا کرنا ان کی امو جان ہی کا وصف تھا۔ وہ شوہر کی ہاں میں ہاں ملانے والی اور شوہر

اس کی آنکھوں سے وہ رعب اور ذہانت نہیں جھلکتی تھی جو اس کے باپ کی آنکھوں سے ظاہر ہوتی تھی۔ اس کی شخصیت میں وہ Charisma (سحر) نہیں تھا جو اس کے باپ کی شخصیت میں تھا۔ یہ سب اگر کسی میں تھا تو صرف اور صرف سکندر شہریار میں۔ اسے اپنے بھائی کے ساتھ نہ دیکھا جاتا تو وہ ایک خوش شکل ہینڈسم اور چارمنگ لڑکا تھا' مگر جہاں وہ دونوں بھائی ساتھ ہوتے' وہ پس منظر میں چلا جایا کرتا تھا۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ سکندر شہریار اور زین شہریار ایک ساتھ کسی جگہ پر ہوں اور دیکھنے والے اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ بہت بچپنے میں وہ اس چیز کو زیادہ محسوس نہیں کیا کرتا تھا' گو یہ سمجھتا تھا کہ اس کے پاپا سکندر کو اس سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

ان دونوں بھائیوں کی عمروں میں دس ماہ کا فرق تھا۔ وہ سکندر سے دس ماہ چھوٹا تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ سکندر سے دنیا میں آنے میں دس ماہ پیچھے نہیں' بلکہ اسے زندگی بھر ہر میدان میں سکندر سے چند قدم پیچھے رہنا تھا۔ جب وہ دونوں بھائی چھوٹے تھے وہ تب بھی محسوس کرتا تھا کہ پاپا کے لیے جو اہمیت سکندر کی ہے' وہ اس کی نہیں ہے۔ وہ سکندر کو اس سے زیادہ اس لیے اہمیت دیتے ہیں کیونکہ سکندر ان کے جیسا ہے۔ سکندر بچپن کی بچکانہ باتوں میں بھی ذہانت کا غیر معمولی مظاہرہ کیا کرتا تھا۔

زین نے ریموٹ کنٹرول والی گاڑی کھلونے کی دکان پر پسند کی تھی اور سکندر نے اسکریبل۔ شہریار خان تو بڑے بیٹے کی اس ادا پر نہال ہی ہو گئے تھے۔ پھر انہوں نے اسے تو محض ریموٹ کنٹرول والی کار ہی دلوائی تھی' جبکہ سکندر کو اسکریبل کے ساتھ

خان نے ہر وہ چیز جو اسے نہیں' صرف سکندر کو دلائی ہوتی تھی' سکندر اس کے ساتھ شیئر کیا کرتا تھا۔ سکندر اس سے پیار کرتا تھا۔

وہ کبھی اس کے ساتھ کھیل لیا کرتا اور کبھی اگر شہریار خان کے جانب دارانہ رویے پر اس کا دل زیادہ دکھا ہوتا تو بدتمیزی سے اسے اپنے کمرے ہی سے نکال دیا کرتا تھا۔ عجیب سا رشتہ تھا اس کا اپنے بھائی کے ساتھ۔ کبھی اسے اس پر پیار آتا' اس کے ساتھ کھیلنے کو جی چاہتا اور کبھی کبھی وہ اسے اپنا سب سے بڑا دشمن' سب سے بڑا حریف نظر آتا' پھر اسے سکندر سے نفرت ہونے لگتی۔ وہ اپنے پاپا کی نگاہوں میں کبھی بھی اہمیت اس لیے نہیں پا سکتا کہ اس کے مدمقابل ہر جگہ پر سکندر موجود تھا۔

سکندر ہر سال اسکول میں ٹاپ کرتا تھا اور وہ اپنی کلاس میں سیکنڈ' تھرڈ پوزیشن لیا کرتا تھا۔ اسکول ایک ہی تھا تو رزلٹ بھی ایک ہی دن ہوا کرتا تھا۔ اس کی رپورٹ کارڈ پر ایک افسوس بھری نگاہ ڈالنے کے بعد شہریار خان کی توجہ کا اصل مرکز سکندر ہوا کرتا تھا۔

وہ سکندر کو ہرانے کے لیے ہر سال گزشتہ سال سے زیادہ محنت کیا کرتا تھا۔ عجیب سی ایک ریس لگی تھی۔ ایک غیر اعلانیہ مقابلہ تھا جو اس کا اپنے بھائی سے تھا۔ وہ سکندر سے آگے نکل سکے' اس سے زیادہ اچھے مارکس لا سکے' مگر تمام تر کوششوں کے باوجود وہ سکندر سے پیچھے ہی رہتا۔ گزشتہ سال کے مقابلے میں اس کے مارکس تو زیادہ ہوتے' مگر کہیں نہ کہیں وہ سکندر سے پھر پیچھے ہی ہوتا۔

وہ مڈل اسکول میں تھا۔ مڈل اسکول میں یہ اس کا آخری سال تھا' جبکہ سکندر اس سے ایک کلاس آگے

بتا نا کہ اسے اس بار سکندر سے آگے نہیں نکلنا تھا تو کم از کم اس کے برابر تو آنا تھا۔ اسے تو کر کے دکھانا ہے جو سکندر کر کے دکھا چکا ہے اور پھر جب ان کا رزلٹ آیا تو اس نے نہ صرف یہ کہ اپنی کلاس میں فرسٹ پوزیشن لی تھی' بلکہ پورے مڈل اسکول میں بھی اس نے ٹاپ کیا تھا۔

سکندر اس کی کامیابی پر بہت خوش ہوا تھا۔ اس نے اسے گلے لگا کر پیار کیا تھا۔

"مجھے پتا تھا زین! اس بار تمہیں ایسا ہی کوئی کارنامہ کرنا ہے۔ پڑھائی بھی تو کتنی کی تھی تم نے۔"

اسے لگا تھا سکندر اس سے جلے گا' ناخوش ہو گا' مگر ایسا نہ ہوا تھا۔ شاید یہ مقابلہ بازی یک طرفہ تھی یا شاید سکندر اسے اس قابل ہی نہ سمجھتا تھا کہ اس سے مقابلہ کرتا۔ اس نے جل کر سوچا تھا۔ اس نے فخریہ انداز میں اپنا رزلٹ باپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ اسے امید تھی آج وہ باپ پر یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے گا کہ وہ سکندر شہریار سے کسی بھی طرح کم نہیں۔ اس قابل ترین خاندان میں وہ کسی سے کم نہیں۔

"گڈ۔۔۔ ویل ڈن زین۔۔۔ اچھی کوشش کی ہے تم نے۔ اس کا مطلب ہے اگر تم کوشش کرو تو اس سے بھی بہتر رزلٹ لا سکتے ہو۔ اوور آل 88 پرسنٹیج ہے نا تمہاری۔ لاسٹ ایئر سکندر نے مڈل اسکول میں ٹاپ کیا تھا تو اس کی 92 پرسنٹیج تھی۔ تم بھی اگر اور محنت کرو تو اتنی اچھی پرسنٹیج لا سکتے ہو۔"

باپ کے ان ریمارکس پر اس کی ساری خوشی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھی۔ وہ کتنی بھی کوشش کر لے' کتنی بھی محنت کر لے' وہ سکندر شہریار سے ہمیشہ پیچھے رہے گا۔ وہ اس روز اپنے کمرے میں چھپ کر گھنٹوں رویا تھا۔

اس روز کے بعد اسے سکندر سے عجیب سی نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ سکندر سے اکھڑا اکھڑا رہنے لگا تھا۔ سکندر اس سے جتنا پیار کرتا' اسے جتنا اپنی طرف کھینچتا' وہ اتنا ہی اس سے دور بھاگتا' اس سے الگ الگ رہتا۔

"تم نے میرے ساتھ کھیلنا کیوں چھوڑ دیا ہے زین؟ اپنے الگ دوست بنا لیے ہیں' ان کے ساتھ کھیلتے ہو' کیوں؟"

وہ اس کے پاس آ کر اس سے پوچھ رہا تھا۔ وہ اس سے صرف دس ماہ بڑا تھا مگر پیار یوں کرتا' اس کی فکر یوں کرتا گویا اس سے کئی سال بڑا ہو۔

"مجھے تمہارے ساتھ کھیلنے میں مزہ نہیں آتا سکندر! تمہارے کھیل بھی کیا ہوتے ہیں؟ پاپا کو خوش کرنے کے لیے تم نے سوئمنگ کرنی ہوتی ہے یا رائیڈنگ' کیونکہ اس سے اسٹیمنا بڑھتا ہے' جبکہ مجھے فٹ بال کھیلنا ہوتا ہے۔ تمہاری طرح پاپا کی خوشامد کرنے کے لیے میں یہ بورنگ کام نہیں کر سکتا۔" وہ اچھی خاصی بدتمیزی سے بولا تھا۔

سکندر کے چہرے پر ایک دم ہی شرمندگی اور دکھ آ گیا تھا۔ اس کے تلخ اور بدتمیز لہجے نے سکندر کے دل کو دکھایا ہے' وہ جانتا تھا' مگر پھر بھی اس نے اپنے دل کو کٹھور بنا لیا تھا۔

سکندر ہر چند کوشش کرتا رہتا تھا کہ وہ اس سے قریب ہو جائے' مگر اس نے اس کی کوششوں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیا تھا۔ اس نے اپنے دوست' اپنی دلچسپی سب سکندر سے اس حد تک الگ کر لی تھیں کہ بعض اوقات دن بھر میں صرف کھانے کی میز پر ہی ان بھائیوں کی ملاقات اور گفتگو ہوا کرتی تھی۔ اس نے خود کو بظاہر بڑا لاپروا اور مضبوط سا بنا لیا تھا جیسے اب اسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ پاپا سکندر کو

بچہ تھا جو باپ کی ایک نگاہ التفات کا متمنی رہا کرتا تھا۔ جو چاہتا تھا وہ سکندر سے بڑھ کر کچھ ایسا کر دکھائے کہ اس کے پاپا اسے سکندر کی مثال نہ دے سکیں' بلکہ سکندر کو اس کی مثال دیں۔

☆ ☆ ☆

مگر سکندر واقعی سکندر تھا۔ وہ جیتنے کے لیے پیدا ہوا تھا۔ وہ دنیا فتح کرنے کے لیے پیدا ہوا تھا۔ اس نے زندگی میں کہیں شکست کا سامنا نہیں کیا تھا تو اب کی بار کیسے کر لیتا؟ اس کا ہارورڈ میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔ ایڈمیشن مل جانے کی خبر شہریار خان اور اموجان کو سنانے کے بعد وہ بھاگا بھاگا اس کے کمرے میں آیا تھا۔ گھر میں پھیلتے شور شرابے نے اسے یہ خبر پہلے ہی دے دی تھی۔ اسی لیے وہ فوری طور پر گھر سے باہر جا رہا تھا۔

"زین! میرا ہارورڈ میں ایڈمیشن ہو گیا۔" سکندر بے تحاشا خوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے سنجیدہ نگاہوں سے سکندر کی طرف دیکھا تھا۔

"مبارک ہو۔"

"پاپا اور اموجان بہت خوش ہیں زین۔ تم بھی خوش ہوئے ہو نا زین؟"

"ہاں بہت۔" اس کے لہجے میں خوشی نہیں بلکہ تمسخرانہ ہنسی شامل تھی۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟" اسے دروازے کی طرف جاتا دیکھ کر سکندر حیرت سے بولا تھا۔

"جمی کے پاس' ہمارا فٹ بال میچ ہے۔"

"آج تو مت جاؤ زین پلیز۔"

"کیوں آج کیا خاص بات ہوئی ہے؟ تمہارا ایڈمیشن؟ آئی ایم سوری میرے لیے یہ اتنی امپورٹنٹ بات نہیں کہ میں اپنے سارے پروگرامز کینسل کر کے تمہارے ساتھ گھر پر بیٹھ جاؤں۔"

کے بے رخی اور بدتمیزی لیے جواب نے سکندر کے چہرے پر پھیلی خوشی کو کس طرح مٹا دیا ہے' وہ کتنا ہرٹ ہوا ہے۔ اس پر دھیان دیے بغیر وہ کمرے سے ہی نہیں' گھر سے ہی نکل گیا تھا۔ وہ جمی کے پاس نہیں گیا تھا' وہ فٹ بال کھیلنے نہیں گیا تھا' وہ غصے میں مختلف سڑکوں پر اکیلا پھر رہا تھا۔ کیوں سکندر ہر بار جیت جاتا ہے' کیوں؟ کیا ہو جاتا اگر زندگی میں ایک بار وہ ہار جاتا؟

وہ جانتا تھا' بچپن سے دہرائی جاتی کہانی ایک بار پھر دہرائی جانی تھی۔ اب اگلے سال اپنے یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے لیے اسے ہارورڈ میں ایڈمیشن کے لیے جان کی بازی لگا دینی تھی۔ جتنی محنت اور کوشش اس کے بس میں تھی' کر ڈالنی تھی۔ وہ سکندر کو ایک بار پھر ہرا نہیں سکا تھا' تو کم از کم اس کے برابر تو آ جائے۔ اس کے اندر سکندر کے لیے کڑواہٹیں ہی کڑواہٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ باپ نے اس سے کوئی امید نہ باندھی تھی۔ مگر وہ خود اپنے آپ سے یہ ضد باندھ رہا تھا کہ اگلے سال اسے ہر حالت اور ہر قیمت پر ہارورڈ ہی میں داخلہ لینا ہو گا۔

☆ ☆ ☆

رات کے خواب کے اس پر ابھی تک اثرات تھے۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اتنے کم دنوں کے وقفے سے وہ خواب پھر نظر آ کر اس کی تمام توانائیاں نچوڑ کر لے گیا تھا۔ کل رات نیند لانے کے لیے اس نے دوا لے لی تھی۔ کیونکہ اس کے سر میں شدید درد تھا اور اسے محسوس ہوا تھا کہ اس کے لیے چند گھنٹوں کی نیند بے حد ضروری ہے۔ مگر وہ چند گھنٹوں کی نیند ہی اس کے لیے بے پناہ اذیتوں کا باعث ثابت ہوئی تھی۔ خواب سے بیداری کے بعد وہ پھر اسی درد اور اذیت میں مبتلا ہو گیا تھا۔

خواب آتے تھے اور یہ ڈراؤنے خواب اپنے ساتھ اس کے لیے مائیگرین کا درد لاتے تھے۔ اس کی گردن کے پچھلے حصے سے ایک شدید درد اٹھتا تھا جو اس کے کندھوں، ہاتھوں اور سر تک پھیل جایا کرتا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے اعصابی درد بتایا تھا۔ اس کی میڈیسنز دے رکھی تھیں۔ اسے خوش رہنے اور کوئی بھی پریشان کن بات نہ سوچنے کو ہدایت کر رکھی تھی۔ مگر کیا خوش رہنے کی کوشش کرنے سے انسان خوش رہ سکتا ہے؟ ڈاکٹر نے اس کی تمام تکالیف کا سبب اس کے ڈپریشن اور زندگی سے ناامیدی کو قرار دیا تھا۔

یہ وجوہات ختم کرنے سے وہ قاصر تھا، سو وقتاً "فوقتاً" اٹھتے اس درد کو خاموشی سے سہ لیا کرتا تھا۔ کبھی نہ ہوتا تو یہ درد مہینوں نہ ہوتا اور اگر ہونے پر آتا تو کئی کئی دن اس کو نڈھال اور اذیت میں مبتلا کیے رکھتا تھا۔ اس درد کے ساتھ اس کے اندر غصہ اور زندگی سے نفرت لوٹ آیا کرتی تھی۔ وہ بہت غصہ ہو جاتا تھا، معمولی معمولی باتوں پر اسے غصہ آنے لگتا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے بتایا تھا کہ یہ غصہ درحقیقت اس کے اندر کی اداسیاں اور محرومیاں تھیں۔ جیسے جیسے یہ درد بڑھتا اس کا ڈپریشن بھی بڑھتا اور اس کے اندر اپنی زندگی ختم کر لینے کی خواہش پھر بیدار ہونے لگتی۔ یہ کیفیت مستقل نہیں رہتی تھی۔ کبھی چند دن، کبھی چند گھنٹے، کبھی محض چند منٹ، مگر یہ اس کا مستقل طور پر پیچھا بھی نہیں چھوڑتی تھی۔

طبیعت جیسی بھی تھی اسے دفتر تو ہر حال میں جانا تھا۔ وہ ہوٹل میں بیٹھ کر اس درد کے نخرے اٹھانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس پر طاری ہوا خود کو ختم کر دینے کا احساس اسے خود کو تکلیف اور اذیت دینے پر اکسا رہا تھا۔ اس کی گردن میں اس شدت کا درد تھا کہ وہ اپنی

گھماتا دیکھ کر زیادہ سے زیادہ کسی نے کچھ سوچا ہو گا تو یہ ہی کہ رات سوتے میں اس کی گردن میں کوئی جھٹکا وٹکا آگیا ہے۔ روبرٹو نے تو اس سے یہ بات پوچھ بھی لی تھی۔

"ہاں سوتے میں جھٹکا آگیا تھا۔"

اس نے روبرٹو کی بات کا اثبات میں جواب دیا تھا۔

روبرٹو اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ چار، پانچ دنوں کے لیے گھومنے پھرنے وینس جا رہا تھا۔

"تم بھی وینس ضرور جانا سکندر۔ اٹلی آئے ہو، وینس گھومے بغیر واپس چلے گئے تو تمہارا ٹرپ ادھورا رہ جائے گا۔"

روم جہاں وہ قیام پذیر تھا، اسے اسے دیکھنے اور وہاں گھومنے پھرنے کا کوئی شوق نہ تھا تو وہ اٹلی کے کسی اور شہر میں کیا جاتا، بہرحال اس نے "ہاں کوشش کروں گا" کہہ کر روبرٹو کی اس بات کا بھی اثبات ہی میں جواب دیا تھا۔ آج رات اسے آفس کے انتہائی اہم کام سے نیپلز جانا تھا۔ وہاں کی ایک کمپنی کی ان کی کمپنی کے ساتھ ایک انتہائی اہم نوعیت کی میٹنگ تھی۔ آفس کی جانب سے اس کے جانے کے انتظامات مکمل تھے۔

اٹلی کی انتہائی تیز رفتار اور مہنگی ترین ٹرین Alta velocita جو اٹلی کے مختلف شہروں کے درمیان چلا کرتی تھی اس میں اس کی سیٹ ریزرو کروائی جا چکی تھی۔ Alta velocita نے اسے سوا گھنٹے میں نیپلز پہنچا دینا تھا۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے اس کی میٹنگ تھی اور میٹنگ سے قبل کے چند گھنٹے گزارنے کے لیے آفس کی جانب سے نیپلز کے ایک پر آسائش ہوٹل میں اس کے لیے روم بھی بک کروایا جا چکا تھا۔

وہ آفس میں پورا دن گزار کر شام میں ہی اٹھا تھا۔

"دیکھو تقدیر نے پھر ہمیں ملا دیا۔"

لیزا ہنس کر گاڑی کا شیشہ نیچے کرتی ہوئی اس سے بولی تھی۔ وہ جواباً کچھ بھی نہیں بولا۔ آخر اس لڑکی کی یہ کیوں سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس کی بے تکلفی سخت ناپسند کرتا ہے۔

"آؤ بیٹھو۔ کہاں جانا ہے تمہیں میں ڈراپ کر دیتی ہوں۔"

وہ اس طرح بول رہی تھی جیسے اس کی کوئی دوست ہو۔ وہ اپنا غصہ دباتا ہوا خشک سے لہجے میں بولا۔

"نو تھینکس! میں واک کر کے جانا چاہتا ہوں۔"

"کم آن سکندر..... تکلف مت کرو۔ میں تمہیں ڈراپ....." لیزا کا بے تکلفی اور اصرار لیا جملہ اس نے مکمل نہیں ہونے دیا تھا۔ بھاڑ میں جائے روبرٹو اس کی یہ دوست اور بھاڑ میں جائے لحاظ اور اخلاقیات۔ غصہ اور جارحیت اس پر پوری طرح حاوی تھی۔

"جب میں تمہیں منع کر چکا ہوں تو تمہاری سمجھ میں میری بات کیوں نہیں آ رہی؟ میں تمہارے ساتھ بات کرنے، بیٹھنے یا دوستی کرنے میں بالکل بھی انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔ تمہیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے۔ روبرٹو کی دوست ہو تو اس کی دوست بن کر رہو۔ میرے ساتھ بے تکلف ہونے کی کوشش مت کیا کرو۔"

وہ بہت بدتمیزی سے خاصی تیز آواز میں بولا تھا۔ لیزا اس کی بدتمیزی پر حیرت سے آنکھیں پھاڑے بالکل ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی بات مکمل کر کے وہاں رکا نہیں تھا۔ وہ غصے سے تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے فوراً آگے بڑھ گیا تھا۔

وہ اپنے ہوٹل آ چکا تھا۔ اسے شدید تکلیف تھی۔ وہ آتے ہی بغیر لباس تبدیل کیے بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔ مگر اسے لیٹنے میں بھی بہت تکلیف ہو رہی تھی، کیونکہ گردن، کندھے اور بازو میں درد کی شدت کے

نے اس کے لیے تجویز کر رکھی تھیں۔ اس نے گلاس میں پانی نکالا اور خالی پیٹ وہ تیز اثر دوا لے لی جو ڈاکٹر نے اس کے اس درد کے لیے تجویز کر رکھی تھی۔

دوا لے کر وہ واپس بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔ خود کو پرسکون کرنے کے لیے اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس دوا سے درد کم ہونے کے ساتھ ساتھ نیند بھی طاری ہوا کرتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے خود پر نیند کا غلبہ محسوس کیا تو سوچا کہ اچھا ہے وہ تھوڑی دیر سو لے، ابھی اس کی روانگی میں خاصے گھنٹے باقی ہیں۔ وہ سو کر اٹھے گا تو درد ختم نہیں بھی ہوا ہو گا تو کم ضرور ہو چکا ہو گا۔

☆ ☆ ☆

اس کی آنکھ کھلی تو کمرہ مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ کتنی دیر سویا ہے اسے اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ مائیگرین میں کمی تھی، مگر گردن اور کندھے کا درد اپنی جگہ برقرار تھا۔ اسے یاد آیا وہ آفس سے آ کر دوا لے کر سو گیا تھا۔ اس وقت چونکہ سورج غروب نہیں ہوا تھا، باہر سے روشنی آ رہی تھی، اس لیے اس نے کمرے کی لائٹس بھی آن نہیں کی تھیں۔ ٹائم کیا ہوا ہے؟ اسے جانے کی بھی تو تیاری کرنی ہے۔ اس نے پاس رکھا موبائل اٹھا کر اس میں وقت دیکھا۔

صبح کے چار بج رہے تھے۔ شاید وہ موبائل میں ٹائم غلط دیکھ رہا ہے۔ اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی گھڑی کی طرف دیکھا۔ صبح کے چار بج کر دو منٹ اور اس کی ٹرین کو رات کے ایک بجے روانہ ہونا تھا۔

وہ گھبرا کر ایک دم ہی بیڈ پر اٹھ کر بیٹھا تھا۔ اس کی ٹرین مس ہو گئی۔ اب وہ وقت پر نیپلز کس طرح پہنچ پائے گا؟ وہ اس طرح سے کیسے سوتا رہ گیا۔ اسے دوا نہیں لینی چاہیے تھی۔ چند گھنٹوں کی تو بات تھی، برداشت کر لیتا درد۔ بہرحال جو ہو چکا تھا، وہ تو ہو چکا

eurostar ان دونوں تیز رفتار ٹرینوں میں سفر کے لیے پہلے سے سیٹ ریزرو کروانی پڑتی ہے۔ اچھا تو وہ سیٹ ریزرو کروالیتا ہے' اگلی ٹرین روانہ کتنے بجے ہوگی۔ ریسپشن پر موجود لڑکی نے اسے اس کی مطلوبہ معلومات پچیس منٹ کے بعد فون پر پہنچائی تھیں۔ صبح چھ بجے eurostar نے روانہ ہونا تھا' مگر اس میں کوئی سیٹ دستیاب نہیں تھی اور اگلی Alta velocita نے روم سے نیپلز کے لیے روانہ ہی صبح آٹھ بجے ہونا تھا۔

وہ حقیقتاً" پریشان ہو گیا تھا۔ وہ سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر بیٹھا تھا۔ میٹنگ کی اہمیت' اس کی حساس نوعیت' اسے تو وہاں وقت سے پہلے موجود ہونا چاہیے تھا' جبکہ یہاں تو اس کے صحیح وقت پر ہی پہنچنے کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ روبرٹو کے علاوہ اس کے پاس اپنے یہاں کے آفس کے کسی بھی فرد کا کنٹریکٹ نمبر نہیں تھا۔ اب وہ کیا کرے' کسی نہ کسی سے تو اسے مدد لینی پڑے گی۔ اٹلی اس کا ملک نہیں' اسے یہاں کی زبان نہیں آتی' ہوٹل سے تو معمولی سی معلومات ہی اسے آدھے گھنٹے بعد پہنچائی گئی تھیں۔

"کیا پتا کبھی تمہیں آرٹ میں دلچسپی ہو جائے اور تم مجھ سے کوئی پینٹنگ بنوانا چاہو۔"

روبرٹو کے علاوہ اور کون اٹالین ہے جسے وہ جانتا ہے اور جس کا کنٹریکٹ نمبر اس کے پاس موجود ہے۔ اس نے ذہن دوڑانا شروع کیا تو یک دم ہی اسے دو روز قبل لیزا کے ساتھ لنچ کرنا اور اس کا اسے اپنا فون نمبر دینا یاد آیا۔ اس نے وہ چٹ کہاں رکھی تھی۔ پھینکی تو نہیں تھی' یہ اسے یاد تھا۔ ہاں روبرٹو کے سامنے مروّت ظاہر کرنے کو اس نے وہ چٹ جیب سے اپنا والٹ نکال کر

تھا۔ اس نے تیز رفتاری سے وہ نمبر ڈائل کیا تھا۔ وہ نیپلز جلدی پہنچنے کا کوئی متبادل ذریعہ اس سے پوچھ لے گا۔ اس کا تو یہ ملک ہے' وہ اسے ضرور کوئی متبادل بتا سکے گی۔ بیل جا رہی تھی۔ مگر یہ ٹائم کیا اسے فون کرنے کا کوئی مناسب ٹائم ہے؟ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا جو پونے پانچ بجا رہی تھی۔

وہ لیزا کا دوست نہیں۔ اس کا لیزا پر ایسا کوئی حق نہیں کہ وہ اسے بے وقت فون کھڑکا سکے' جبکہ گزشتہ شام وہ اس سے کافی ٹھیک ٹھاک بدتمیزی بھی کر چکا ہے۔ اس خیال کے آنے کی دیر تھی' اس نے فوراً" ہی لائن کاٹ دی تھی۔ نہیں لیزا کو فون کرنا بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔ ابھی اس نے لائن کاٹی ہی تھی کہ لیزا کے نمبر سے اس کے موبائل پر کال آنے لگی۔ اس نے فوراً" ہی کال ریسیو کی تھی۔

"ہیلو۔" وہ آہستگی سے بولا تھا۔ جواباً" وہ اٹالین میں روانی سے کوئی جملہ بولی تھی' جو ظاہر ہے' اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ جواباً" انگریزی میں بولا تھا۔

"لیزا! یہ میں ہوں سکندر۔"

"اوہ سکندر! تم ہو؟" وہ جیسے ان جانے نمبر سے کال کرنے والے کو اب شناخت کر پائی تھی۔

"میرے پاس نامعلوم نمبر سے کال آئی اور پھر فوراً" ہی لائن کاٹ دی گئی تو میں نے حیران ہو کر سوچا کون ہے' اس ٹائم پر کال کرنے والا کون ہے' یہ چیک کرنے کے لیے وہ ہی نمبر ملا لیا۔" وہ اپنے اسی مخصوص خوش اخلاق انداز میں بولی تھی۔

"آئم سوری میں نے تمہیں غلط وقت پر کال کی۔"

"کوئی بات نہیں' میں جاگی ہوئی ہی تھی۔ تم بتاؤ

"مجھے صبح آٹھ بجے نیپلز پہنچنا ہے' ایک بہت ہی اہم میٹنگ کے لیے۔ اتفاق سے میری آنکھ لگ گئی اور میری ٹرین مس ہوگئی ہے۔ پلیز تم مجھے یہ گائیڈ کردو کہ میں اب کس ذریعے سے سفر کروں کہ نیپلز درست وقت پر پہنچ سکوں۔"

"تمہیں نیپلز جانا ہے' ہوں۔" اس نے سوچنا شروع کیا۔

"جہاز کا آپشن تو فضول ہے۔ فلائٹ کا ٹائم تو ایک گھنٹے سے بھی کم ہے۔ مگر یہاں سے ایئرپورٹ پہنچنے' پھر وہاں تمام فارمیلٹیز سے گزرتے سفر کرنے کے بعد نیپلز پہنچو گے تو وہاں بھی ایئرپورٹ سے شہر کے مرکز تک پہنچنے میں تمہیں کئی گھنٹے لگ جائیں گے۔ جتنی بھی فاسٹ ٹرینز ہیں ان میں تمہیں کم سے کم بھی ایک دن پہلے سیٹ ریزرو کروانی پڑے گی' کیونکہ ٹورسٹ سیزن ہے اور ان پر رش ہوگا' سلو ٹرینز سے پہنچنے میں تمہیں تین سے ساڑھے تین گھنٹے لگ جائیں گے۔"

وہ جیسے مختلف آپشنز پر غور کرتی جلدی جلدی بول رہی تھی۔

"بائے روڈ۔" وہ ایک دم ہی بولی۔ "تمہیں بائے روڈ نیپلز جانا چاہیے۔ صبح سویرے کا وقت ہے' اس وقت تمہیں زیادہ ٹریفک نہیں ملے گا اور ڈرائیو اگر مجھ جیسا ہوا تو تم ڈھائی گھنٹے میں نیپلز میں ہوگے۔" وہ ہنس کر بولی۔

ابھی وہ جواباً" کچھ بول بھی نہیں پایا تھا کہ وہ فوراً" ہی مزید بولی۔

"تم مجھے اپنے ہوٹل کا نام بتاؤ۔ میں تمہارے پاس آرہی ہوں' جتنی دیر مجھے پہنچنے میں لگے گی تم اس میں اپنی تیاری کرلو۔"

وہ اس سے صرف مشورہ اور حل معلوم کرنا چاہتا تھا' اس کی مدد نہیں لینا چاہتا تھا۔ یہ بالکل بھی مناسب

ٹیکسی وغیرہ کا بھی اگر بندوبست کرتا ہے تو زبان کا مسئلہ راستے میں اور منزل تک پہنچنے میں درپیش آسکتا تھا۔

لیزا اس کے ادھورے جملے کے جواب میں فوراً" بولی تھی۔

"ابھی ان فارمیلٹیز کو رہنے دو' اس وقت تمہارے لیے اہم ہے وقت پر نیپلز پہنچنا۔ تم جلدی سے تیاری کرو میں فوراً" پہنچ رہی ہوں۔"

ہاں اس وقت اسے مسئلے کا حل ڈھونڈنا تھا۔ اس نے نیم رضامندی کے ساتھ لیزا کو اپنے ہوٹل کا نام بتا دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس کا گھر قریب تھا یا وہ واقعی اپنے دعوے کے مطابق تیز ڈرائیونگ کرتی تھی جو محض پندرہ منٹ کے اندر اس کے ہوٹل میں موجود تھی۔ وہ ہوٹل کی لابی میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ لیزا نے اسے کال کی تھی۔

"میں پہنچ گئی ہوں' تم باہر آجاؤ۔"

وہ اپنا لیدر بریف کیس ہاتھ میں لیے باہر آگیا تھا۔ اسے سخت شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا۔ کسی سے آپ اتنی بدتمیزی کریں اور پھر محض بارہ گھنٹوں کے اندر اندر اسی شخص سے مدد لیں۔ اسے لیزا کا سامنا کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ مگر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی مسکراتے ہوئے — اس کا استقبال کر رہی تھی۔ اس نے کریم کلر کی جرسی ٹی شرٹ بلیک جینز کے ساتھ پہن رکھی تھی۔ اس کے سرخی مائل براؤن بال شانوں سے کچھ نیچے آتے تھے اور اس وقت کھلے ہوئے تھے۔ اس نے آگے کے بالوں کو کانوں کے پیچھے کر رکھا تھا۔ پنک لپ اسٹک اس کے ہونٹوں پر سجی تھی۔ ہمیشہ کی طرح نفیس اور ڈیسنٹ نظر آرہی تھی۔ وہ سیٹ بیلٹ باندھے ہوئے بیٹھی تھی۔

بھی طلوع نہ ہوا تھا جب سوا پانچ بجے انہوں نے اپنا سفر شروع کیا تھا۔

"آئم سوری لیزا! تمہیں میری وجہ سے اس قدر زحمت اٹھانا پڑ رہی ہے۔"

جو وقت لوگوں کے سونے اور آرام کرنے کا ہوتا ہے' اس وقت اپنے آرام دہ بستر سے نکل کر وہ اسے ایک دوسرے شہر پہنچانے جا رہی تھی۔ وہ سخت شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس نے ایسا کون سا دوستانہ رویہ رکھا تھا جو بدلے میں اپنے لیے کسی احسان کی توقع رکھتا۔

"اتنے پر تکلف بھاری بھر کم جملے مت بولو' تم روبرٹو کے کولیگ ہو اور روبرٹو میرے بچپن کا دوست ہے۔ وہ اگر روما میں موجود نہیں ہے تو اس کی غیر موجودگی میں مجھے تمہاری مدد کرنی چاہیے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

"تم اس وقت جاگی ہوئی کیسے تھیں؟" اسے یاد آیا' وہ فون پر یہ ہی کہہ رہی تھی کہ وہ جاگی ہوئی تھی۔

لیزا اس کے سوال پر ہنسی۔ "میں اپنے اسٹوڈیو میں تھی' پینٹنگ کر رہی تھی۔ تمہارا شاید کبھی واسطہ نہیں پڑا' ہم آرٹسٹ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کام کی دھن سوار ہو جائے تو دن اور رات کے احساس سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔"

اس کی نگاہیں اسٹیئرنگ پر جمے لیزا کے ہاتھوں پر پڑیں۔ اس کی انگلیاں لمبی مخروطی تھیں۔ بلاشبہ یہ ہاتھ ایک آرٹسٹ ہی کے ہاتھ تھے۔ ٹرین مس ہونے کی فکر اور نیپلز وقت پر پہنچنے کی پریشانی میں اسے اپنا درد بھول گیا تھا۔ اب پر سکون ہو کر گاڑی میں بیٹھا تھا تو درد کا احساس جاگا تھا۔ وہ لوگ ہائی وے کی طرف رواں دواں تھے' لیزا کا دعوا تھا کہ وہ اسے ساڑھے سات اور پونے آٹھ کے بیچ نیپلز پہنچا دے گی۔ اسے دوبارہ درد

تھیں۔ سیٹ کی پشت سے کمر ٹکائی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ لیزا کی توجہ ڈرائیونگ پر ہے۔ اس کا دھیان اس پر نہیں گیا ہو گا۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" اس نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں' لیزا نے اس سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ اپنے الفاظ میں زور پیدا کرتا فوراً" بولا۔

"مجھے نہیں لگ رہی۔" وہ جواباً" سنجیدگی سے بولی۔ اس بار وہ جواب میں چپ رہا تھا۔ اس کا اپنی طبیعت کو موضوع گفتگو بنانے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ چونکہ اسے گردن دائیں بائیں کرنے میں تکلیف ہو رہی تھی' اس لیے اس سے بات کرنے کے لیے وہ پورا کا پورا اس کی طرف گھوما۔ اب جبکہ وہ اس کا احسان لے چکا تھا اور وہ اتنی غیر معمولی حد تک جا کر اس کی مدد کر رہی تھی' تب اخلاق اور تہذیب کا تقاضا یہ ہی تھا کہ وہ اپنے کل شام کے رویے پر اس سے معذرت کرے۔ اس کے کچھ کہنے سے بھی پہلے پتا نہیں لیزا نے اسے اتنے غور سے کیوں دیکھا تھا۔ وہ سنجیدگی و بردباری سے گویا ہوا تھا۔

"آئم ایکسٹریملی سوری لیزا' میں نے کل تمہارے ساتھ کافی مس بی ہیو کیا تھا۔ ایکچوئلی میں کسی اور بات پر اپ سیٹ تھا۔"

"کہ میں تمہارے سامنے آ گئی اور تم مجھ پر خفا ہو گئے۔" وہ اس کا جملہ اچک کر مسکرا کر بولی۔ جملے کے اختتام پر وہ جیسے اپنی ہی کہی بات کا مزہ لیتی ہنسی۔ اسے اتنی ملاقاتوں کے بعد اب اندازہ ہو چکا تھا کہ بات بے بات مسکرانا اور بے تحاشا بولنا اس لڑکی کی عادت تھی۔

"بے فکر رہو' میں نے تمہاری باتوں کا برا نہیں مانا۔ مجھے کل ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ تم کسی اور بات سے اپ سیٹ ہو۔ ویسے تم کس بات پر اپ سیٹ تھے؟"

سوال کو ناپسند کر رہا ہے تب ہی وہ جلدی سے معذرت کرنے والے انداز میں بولی۔

"نہیں بتانا چاہتے۔ مت بتاؤ، مگر دوبارہ مجھ پر اپ سیٹ مت ہونا۔"

جملے کے آخر میں وہ مسکرائی تھی، تکلیف کے باوجود اس بار وہ بھی مسکرایا تھا۔

"تمہاری گردن میں تکلیف ہے؟" اسے اب لیزا کا چند منٹ قبل اپنی جانب بغور دیکھنا سمجھ میں آیا تھا۔ وہ جس طرح پورا کا پورا اس کی طرف گھوما تھا بات کرنے کے لیے، اسے لیزا نے محسوس کیا تھا۔

"ہاں، شاید سوتے میں جھٹکا آگیا۔" وہ لہجے کو قصداً "بہت لاپروا بنا کر بولا۔ لیزا نے ہاتھ بڑھا کر اس کی سیٹ بیک کو پیچھے کی طرف کر دیا۔

"تم آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ، چاہو تو پیچھے سیٹ پر لیٹ جاؤ۔" وہ اس آفر پر اب کی بار ہنس پڑا تھا۔

"تم کیوں ہنسے؟" میں نے کیا کوئی لطیفہ سنایا ہے؟" لیزا نے اسے گھورا۔

"کچھ نہیں ایسے ہی۔" وہ ہنسی روک کر بولا۔

"تم کیا پینٹ کرتی ہو؟" اس نے پہلی بار اس سے کوئی سوال کیا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ پوچھا تھا۔

"زیادہ تر لینڈ اسکیپ، اسٹل لائف اور پورٹریٹس، کبھی کچھ اور موڈ بن جائے تو وہ بھی پینٹ کر لیتی ہوں، ورنہ میرے خاص موضوعات یہ ہی ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ پھر اس کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"تم دوبئی میں رہتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تمہاری فیملی بھی وہیں رہتی ہے؟"

لیزا نے یہ سوال شاید یوں ہی پوچھ لیا تھا۔ مگر اس کے لب ایک دم ہی بھنچ گئے تھے۔ چہرے پر سختی اور کھردرا پن آگیا تھا۔

گردن اس کی طرف نہ گھما سکنے کے باعث سیٹ پر بیٹھے بیٹھے پورا اس کی طرف گھوما۔

"تمہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے نا؟ تم نے کوئی میڈیسن لی؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

کرنے کے لیے بولا۔

"میں اکیلا ہوں، میری فیملی نہیں ہے۔" لیزا نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے اس کے فیملی نہ ہونے والے جملے کا نوٹس بھی نہیں لیا تھا، اس نے اگر نوٹس لیا تھا تو اس کے پل بھر میں بدلتے لب و لہجے کا۔ ایک اٹالین لڑکی کے لیے فیملی کی کیا اہمیت ہو سکتی تھی جو وہ اس کے جملے میں موجود کرب کو محسوس کر پاتی۔

"ہو تم اچھے خاصے بدتمیز، پر سچ کہوں یہ بدتمیزی تمہیں سوٹ کرتی ہے۔"

وہ جملہ مکمل کرنے کے بعد مسکرائی تھی۔ وہ جس رفتار سے ڈرائیونگ کر رہی تھی، اسے یقین تھا وہ اسے مقررہ وقت سے پہلے نیپلز پہنچا دے گی۔ ایک، دو بار تو اس نے اتنے خطرناک انداز میں موڑ کاٹا تھا کہ اسے لگا تھا اب ایکسیڈنٹ ہوا کہ تب۔

"تم مجھے ٹائم پر پہنچانے کے لیے اس اسپیڈ سے ڈرائیو کر رہی ہو؟"

"نہیں، یہ میری عادت ہے، ان فیکٹ یہ تمام اٹالینز کی عادت ہوتی ہے، فاسٹ ڈرائیونگ ہم اٹالینز کی پہچان ہے۔"

جو بات قابل فخر ہرگز نہ تھی، وہ اسے بھی فخریہ انداز میں بیان کر رہی تھی۔ وہ اس کے فخریہ انداز میں گردن اونچی کر کے بولنے پر مسکرایا تھا۔ چند منٹ خاموشی سے ڈرائیو کرتے رہنے کے بعد لیزا نے اس کی طرف دیکھا — وہ سیدھا بیٹھا ونڈ اسکرین سے اس پار ہائی وے کو دیکھ رہا تھا۔ لیزا کی نگاہیں محسوس کر کے وہ پھر

اندوز ہو۔" وہ مسکرا کر شرارت بھرے انداز میں بولی۔

"تمہاری اس ڈرائیونگ کے دوران صرف اللہ یاد آسکتا ہے اور آرہا ہے۔" وہ اسی کی ٹون میں جواباً بولا۔

لیزا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ "میری یہ ڈرائیونگ ہی تمہیں ٹھیک وقت پر تمہاری منزل پر پہنچائے گی۔" اسے بات بے بات کس قدر ہنسنے کی عادت تھی۔

"تم نے میرے روما میں اب تک کہاں کہاں گھوم لیا؟ کتنی جگہوں کی سیر کرلی؟"

چند منٹوں کی خاموشی کے بعد لیزا نے اس سے پوچھا۔ اس کے میرے روما کہنے میں اپنے شہر کے لیے بے پناہ محبتیں چھپی ہوئی تھیں۔

"کسی بھی جگہ کی نہیں، میں نے صرف Via Barberini اور Veneto Via کے آس پاس کی جگہیں آتے جاتے دیکھی ہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"کیا؟ تم eternal city میں ہو، دنیا بھر کے ٹورسٹ کی فیورٹ جگہ پر آئے ہوئے ہو اور وہاں پر کچھ بھی نہیں دیکھا؟"

وہ حیرت کی زیادتی سے چلائی تھی۔ لیزا کے لفظ اور اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اپنے شہر سے محبت کرتی ہے اور اس پر فخر میں بھی مبتلا ہے۔

"ہاں، میرے پاس ٹائم نہیں تھا اور میرا دل بھی نہیں چاہا تھا۔"

وہ جواباً سنجیدگی سے بولا تھا۔ لیزا نے افسوس سے سر ہلایا تھا۔

لیزا نے اپنے وعدے کے مطابق پونے آٹھ بجے اسے نیپلز پہنچا دیا تھا۔

"Wel come to naples the منظم جرائم) لیزا نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ وہ اپنے روما ہی سے نہیں وہ اپنے پورے اٹلی سے محبت کرتی تھی۔ تب ہی اس کے خلاف کچھ سننا اسے پسند نہیں تھا۔

"کیوں میں نے غلط تو نہیں کہا۔ پزا کی پیدائش نیپلز میں ہوئی تھی تو دنیا بھر میں منظم جرائم کا آغاز بھی تو یہیں سے ہوا تھا۔ کیا یہاں کا مافیا کامورا (camorra) دنیا کا خطرناک ترین مافیا نہیں؟"

وہ اپنی منزل پر پہنچ چکا تھا، اب پرسکون تھا، اس لیے اسے لیزا کو چڑانے میں لطف بھی آیا تھا۔

"ہاں ہے۔۔۔ مگر عام لوگوں کے ساتھ یہاں ایسا کچھ نہیں ہوتا ہے۔ نیپلز کی ریپوٹیشن بری زیادہ ہے۔" وہ فوراً "نیپلز کے دفاع میں بولی تھی۔

آٹھ بجے وہ اسے اس سڑک پر لے آئی تھی جہاں اس کمپنی کا ہیڈ آفس واقع تھا جن کے ساتھ اس کی میٹنگ تھی۔ جس علاقے میں وہ تھے وہاں جدید عمارتیں تھیں۔ وہ سامنے نظر آتی بلڈنگز کو دیکھ رہا تھا، جب لیزا اس سے بولی۔

"نیپلز کے دو رخ ہیں۔ ایک تاریخی اور ایک ماڈرن، اس ماڈرن علاقے سے ذرا نکلو تو تمہیں تاریخی عمارتیں، گرجا گھر اور فوارے جابجا نظر آئیں گے۔"

اس نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ وہ اپنی ول پاور کو استعمال کر کے تکلیف اور درد کے کسی بھی احساس کو خود پر حاوی نہیں ہونے دے رہا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد اس کی میٹنگ تھی اور اس کے لیے اسے بہت الرٹ اور ایکٹو رہنا تھا، اپنے ذہن کو مکمل طور پر حاضر رکھنا تھا۔ اب چونکہ اس کی منزل نزدیک آچکی تھی، گویا لیزا کا شکریہ ادا کرنے کا وقت آچکا تھا۔

جتانے کے لیے کہ وہ اس کے خلوص اور دوستانہ رویے کی دل سے قدر کرتا ہے۔

"تمہارا بہت شکریہ لیزا! تم آج حقیقت میں میرے لیے رحمت کا فرشتہ بنی ہو۔ تمہاری وجہ سے میں نیپلز ٹھیک وقت پر پہنچ پایا ہوں۔"

اس نے تشکر کے احساس سے لبریز الوداعی جملے بولنے شروع کیے ہی تھے کہ لیزا گاڑی کو ایک بار کے پاس لاکر روکتی ہوئی بولی۔

"ابھی کہاں سے شکریہ آگیا؟ جب ہم روما واپس پہنچ جائیں گے تب میرا شکریہ ادا کرنا۔"

"تم یہاں رکو گی؟ مگر کیوں؟ دیکھو 'میری دونوں طرف کی ٹرین کی سیٹس ریزروڈ تھیں۔ میں شام میں اپنے طے ہوئے پروگرام کے مطابق Velocita Alta سے روم آجاؤں گا۔"

"اور میں اتنی لمبی ڈرائیو' وہ بھی خالی پیٹ کر کے واپس روما روانہ ہو جاؤں؟ مجھے کیا پاگل سمجھ رکھا ہے' سینیور سکندر؟" میں نے ابھی ناشتا کرنا ہے' کچھ دیر آرام کرنا ہے' پھر جاؤں گی واپس تمہیں ساتھ لے کر' مجھے ڈر ہے' کہیں تم پھر نہ اپنی ٹرین مس کر دو۔"

لیزا اسے جواب دے کر گاڑی کا دروازہ کھول رہی تھی۔

"آجاؤ ناشتا کر لیتے ہیں' جلدی سے۔ پھر تمہاری میٹنگ کا ٹائم ہو جائے گا۔"

وہ مسکرا کر کہتی گاڑی سے اتر گئی تھی۔ لیزا کا انداز اٹل تھا گویا وہ اسے ساتھ لے کر ہی واپس جائے گی۔ وہ خاموشی سے گاڑی سے اتر آیا۔ اس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ امریکہ میں گزارا تھا۔ جہاں بار کا مطلب وہ جگہ تھی جہاں شراب نوشی کے لیے جایا جاتا تھا۔ اٹلی آکر اسے پتا چلا تھا کہ یہاں بار کا مطلب امریکہ والے بار سے بالکل مختلف تھا۔ یہاں بار کا مطلب وہ جگہ تھی جہاں اٹالینز صبح اپنے کام پر جانے سے پہلے کافی پینے اور

سے لوگ اپنے روزمرہ استعمال کے دودھ کے ڈبے اور بوتلیں خریدا کرتے تھے۔ یہ بار زاتالین سوشل لائف کا ایک اہم حصہ تھے۔ وہ جتنے دنوں سے روم میں تھا' روزانہ آفس جاتے وقت راستے میں پڑتے ایک بار پر لوگوں کو سینڈوچ' پیسٹری' ڈونٹ کے ساتھ جلدی جلدی کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے دیکھا کرتا تھا۔ یہ جلدی ان کے اپنے کام پر پہنچنے کی عجلت کو ظاہر کیا کرتی تھی۔ وہ دونوں اندر آگئے تھے۔ کاؤنٹر کے پیچھے جو بار ٹینڈر کھڑا تھا۔ لیزا نے اس کو دو سینڈوچز اور دو کپ کافی کا آرڈر کیا تھا۔ وہاں کچھ لوگ میزوں پر بیٹھے کافی اور پیسٹری یا سینڈوچز کھا رہے تھے' جبکہ زیادہ تعداد میں لوگ کاؤنٹر کے سامنے ہی کھڑے جلدی جلدی اپنا ناشتا نمٹانے میں مصروف تھے۔ وہ اور لیزا ایک میز پر بیٹھ گئے تھے۔

"تم پلیز اپنی سہولت کے حساب سے واپس چلی جاؤ۔ میری میٹنگ پتا نہیں کتنے گھنٹے چلے؟" وہ سینڈوچ کھاتے ہوئے اس سے بولا۔ وہ اسے اپنی وجہ سے مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔

"سینور سکندر! میں کوئی بھی کام ادھورا نہیں کرتی' یہ میری عادت ہے۔ تمہیں ساتھ لے کر آئی ہوں تو اب ساتھ واپس لے کر بھی جاؤں گی۔ ایسی دکھی شکل مت بناؤ۔ میں آج کافی سالوں بعد نیپلز آئی ہوں۔ تمہاری بدولت اگر یہاں آ ہی گئی ہوں تو تھوڑا وقت یہاں گزارنا چاہتی ہوں۔ جب تک تم اپنی میٹنگ میں مصروف ہوگے میں یہاں کی کچھ آرٹ گیلریز کو وزٹ کرلوں گی۔ Napoletana پزا کھا لوں گی۔ بڑا عرصہ ہوگیا مجھے نیپلز کا پزا کھائے ہوئے۔"

وہ اسے یہاں نہ رکنے کے لیے اب مزید کچھ بھی کہہ نہیں سکتا تھا۔ پانچ' چھ منٹ میں اپنے اس مختصر

وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس سے بولی تھی۔ وہ لیزا پر سے اپنی سوچ کو ہٹاتا ہوا بلڈنگ کے اندر داخل ہوگیا تھا کہ سردست اس کے لیے سب سے اہم چیز اس کی میٹنگ تھی۔

☆ ☆ ☆

میٹنگ ختم ہونے پر اس نے لیزا کو کال نہیں کی تھی۔ اسے یہ بات ہی بہت غلط محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اپنے دس کام چھوڑ کر یہاں نیپلز میں اس کی خاطر رکی ہوئی تھی۔ مگر لیزا نے خود ہی اسے فون کرلیا تھا۔

"ختم ہوگئی میٹنگ؟"

"ہاں۔" وہ آج صبح سویرے سے اس کے احسان لیتا شرمندہ سے شرمندہ تر ہوئے چلا جا رہا تھا۔

"آجاؤ باہر' میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" وہ فوراً" ہی باہر آگیا تھا۔

"تم یہاں کب سے میرا انتظار کر رہی ہو؟"

"پندرہ' بیس منٹ ہوئے ہیں' مجھے آئے ہوئے' زیادہ دیر سے نہیں کھڑی۔ جتنی دیر تمہاری میٹنگ چلی ہے' میں نے دو آرٹ گیلریز وزٹ کرلیں۔ ایک دو جگہیں اور بھی جانے کا موڈ تھا' بچپن کی کچھ یادیں تازہ کرنے کا مگر میں نے سوچا وہاں کہیں مجھے دیر نہ لگ جائے۔ پھر بلاوجہ تمہیں میرا انتظار کرنا پڑے گا۔"

وہ گاڑی میں اس کے ساتھ بیٹھ چکا تھا۔

"تمہاری میٹنگ کیسی رہی؟"

"بہت اچھی۔ سب کچھ بالکل ٹھیک ہوگیا۔" وہ پرسکون انداز میں بولا۔ لیزا کے چہرے پر خوشی بھرا تاثر آیا تھا۔

"چلو' یہ تو بہت اچھا ہوگیا۔ تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔"

اس نے میٹنگ کے اچھے انداز میں ہوجانے پر

بتادو ورنہ کوئی بات نہیں۔"

وہ اسے اس کی کہی بات جتا رہی تھی۔ وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"نہیں، یہ پرسنل سوال نہیں۔ میری طبیعت ابھی بھی پوری طرح ٹھیک نہیں ہے۔ مگر صبح سے کافی بہتر ہے۔ اصل میں مجھے cervical pain ہو رہا تھا۔"

"اوہ تب ہی تم اتنی تکلیف میں لگ رہے تھے۔ تمہاری شکل دیکھ کر ہی پتا چل رہا تھا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

وہ فکر سے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔ وہ اس بار جواباً کچھ بھی نہیں بولا تھا۔

"تمہاری طبیعت پوری طرح ٹھیک نہیں ورنہ میں نے سوچا تھا، تمہیں نیپلز کی ایک دو خوب صورت جگہیں دکھاؤں گی تاکہ آئندہ تم نیپلز کو صرف منظم جرائم ہی کے حوالے سے نہیں بلکہ اس کے خوب صورت کوسٹل ایریا اور اس کی history rich (تاریخی اہمیت) کے حوالے سے بھی یاد رکھو۔" وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔

"تم نے میری بات دل پر لے لی۔ مجھے یقین ہے نیپلز بہت خوب صورت شہر ہے۔ میں نیپلز پہلی بار آیا ہوں مگر میں نے کئی موویز میں نیپلز کی کافی خوب صورت جگہیں دیکھ رکھی ہیں۔" لیزا اس کا جواب سن کر مسکرائی تھی۔

"چلو پزا کھاتے ہیں۔ نیپلز آکر تم نے یہاں کا پزا نہیں کھایا تو یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہو جائے گی۔"

وہ مسکرا کر بولی تھی۔ اس نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"دنیا بھر میں مقبول یہ ڈش نیپلز میں غریبوں کی

کے باہر میز پر بیٹھے پزا کھا رہے تھے۔ باہر لگی میزوں پر ان کے علاوہ اور بھی کئی لوگ بیٹھے تھے جن میں کچھ مقامی افراد تھے، کچھ ٹورسٹ تھے۔ یہ نیپلز کا وہ حصہ تھا جو تاریخی عمارتوں سے بھرا تھا، ہر دوسری بلڈنگ کم سے کم بھی دو تین سو سال پرانی تھی۔ جس ریسٹورنٹ میں وہ پزا کھا رہے تھے لیزا بتا رہی تھی کہ وہ بھی تاریخی اہمیت کا حامل اور بہت قدیم تھا۔

"ہاں۔ نیپلز میں جب خوراک کی کمی ہو گئی تھی۔ غربت بہت بڑھ گئی تھی۔ تب غریب گھریلو عورتوں نے اپنے بچوں اور دیگر افراد خانہ کی خوراک کے لیے جو کچھ ان کے پاس دستیاب تھا، اس سے کھانا بنانا شروع کیا تھا۔ انہوں نے میدہ، اولیو آئل، پنیر اور چند ہربس (herbs) کو اپنے گھروں میں موجود تندور میں بیک کر کے دنیا کا سب سے پہلا پزا تیار کیا تھا۔"

لیزا اس کی بات کے جواب میں پزا کے دریافت ہونے کی ہسٹری بیان کرنے لگی تھی۔

"آج بھی سارے اٹلی میں نیپلز کا پزا بیسٹ تسلیم کیا جاتا ہے۔" لیزا اسے بتا رہی تھی۔ وہ بھی اس کی طرح کسی بھی طرح کے گوشت کے بغیر والا پزا کھا رہی تھی۔ شاید وہ گوشت کے دلدادہ نہیں تھی۔ پزا تو مزے کا تھا، ساتھ آس پاس کا ماحول بھی بڑا زندگی سے بھرپور سا تھا۔ آس پاس سے گزرتے مقامی لوگ، ٹورسٹس، بندہ اکیلا بھی بیٹھا ہو تو بور نہ ہو۔ تاریخی عمارتوں کے درمیان گھری یہ جگہ واقعی دیکھے جانے اور وقت گزارے جانے کے لائق تھی۔

☆ ☆ ☆

جو کچھ زندگی اب تک اس کے ساتھ کرتی آئی تھی وہی ایک بار پھر دہرایا گیا تھا۔ وہ نہ سکندر کو ہرا سکتا تھا نہ ہی اس کے برابر آسکتا تھا۔ وہ نمبر دو تھا اسے ساری

جاں جاں کر پڑھا تھا مگر وہ سکندر کے مقابلے میں پھر ہار گیا تھا' جہاں سکندر کو رسائی نصیب ہوئی تھی وہاں اس کے قدم پہنچ نہ سکے تھے۔

شہریار خان کو اس کے ہارورڈ میں داخلہ نہ مل سکنے کا زیادہ افسوس نہیں ہوا تھا۔ وہ بچپن کی باتیں تھیں جب وہ اسے سکندر کی مثالیں دے کر اس جیسا high achicever بننے کی تاکید کیا کرتے تھے اب شاید وہ اس سچائی کو تسلیم کر چکے تھے کہ ان کا دوسرے نمبر کا بیٹا ان صلاحیتوں اور قابلیت سے محروم ہے جو پہلی پوزیشن لینے والوں کے پاس ہوتی ہے' جو سکندر شہریار کے پاس ہے۔

وہ ذہین ہے مگر غیر معمولی ذہین نہیں' وہ قابل ہے مگر غیر معمولی قابلیت کا حامل نہیں' وہ محنتی ہے مگر اس قدرتی خوبی سے محروم ہے جس کے بل پر لوگ دنیا فتح کر لیا کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ سکندر شہریار نہیں۔ شہریار خان اس کی تعلیم پر بھی اتنا ہی پیسہ خرچ کر رہے تھے جتنا سکندر کی۔

فرق صرف اتنا تھا کہ اس کے حوالے سے انہوں نے کچھ پلان نہیں کر رکھا تھا' مستقبل کی ساری پلاننگ انہوں نے سکندر کی کر رکھی تھی۔ کس سال اس کی انڈر گریجویٹ اسٹڈیز پوری ہوں گی اور کس پوزیشن کے ساتھ ہوں گی' پھر کس سال وہ لاء کا امتحان پاس کرے گا اور کتنے امتیازی نمبروں کے ساتھ کرے گا' پھر وہ کس جگہ ملازمت سے اپنے شاندار و بے مثال پروفیشنل کیریر کا آغاز کرے گا۔ لہٰذا اس کا ہارورڈ میں ایڈمیشن نہ ہونا ان کے لیے کوئی دکھ کی خبر نہیں بنا تھا' اس کا کیلی فورنیا یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوا تھا' سکندر نے اسے اس کے داخلے کی مبارک باد دینے کے لیے فون کیا تھا۔

"مبارک ہو زین۔"

"تمہارا اتنی اچھی یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوا ہے اس بات کی مبارک باد۔ کیلی فورنیا یونیورسٹی بہت اچھی ہے زین۔"

"مگر ہارورڈ سے کم۔" اسے لگا دل ہی دل میں اس پر ہنستے سکندر نے یہ ضرور کیا ہوگا۔ اسے سکندر کی خوشی تمسخرانہ اور اس کی ہنسی اپنا مذاق اڑاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا دل چاہا تھا' وہ سکندر کے لبوں کی ہنسی اور اس کی زندگی کی ہر خوشی اس سے چھین لے۔

☆ ☆ ☆

وہ دونوں واپسی کے سفر پر تھے۔ کھانا ختم کرتے ہی انہوں نے واپسی کا سفر شروع کیا تھا۔

"میری وجہ سے تمہارا آج کا پورا دن ضائع ہو گیا۔ یقیناً" تمہاری آج کے دن کے لیے اپنی بہت سی مصروفیات ہوں گی۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ اب اس کے درد میں بہت کمی تھی۔

"میں آج کل اپنی ویکیشن (چھٹیاں) انجوائے کر رہی ہوں۔ لہٰذا وقت کی کوئی کمی نہیں۔ اچھا ہوا تمہارے ساتھ آ گئی' اس بہانے کئی سال بعد میں نے نیپلز دیکھ لیا' میں یہاں آخری بار شاید چھ' سات سال پہلے آئی تھی۔"

وہ جتنا اس کا ممنون' زیر بار اور احسان مند ہو رہا تھا وہ اتنا ہی یہ ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھی کہ اس کے ساتھ آ کر اس نے اس پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ وہ کہاں جاب کرتی ہے' جو آج کل اپنی چھٹیاں انجوائے کر رہی ہے' اس نے پوچھا نہیں۔

پھر ڈھائی گھنٹے کا سفر طے کیا گیا تھا۔ وہ روما کی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ لیزا اس کی طرف دیکھ کر خیر مقدم کرنے والے انداز میں مسکرا کر اٹالین میں بولا۔

La citta eterna کو سمجھ لیا۔ باقی جملے کا مطلب بتاؤ۔"

to roma the eternal city"

"Welcome

(لافانی شہر روما میں خوش آمدید)

وہ بڑے جذب سے بولی تھی۔ اس نے بغور لیزا کو دیکھا تھا۔

"تم اپنے شہر سے بہت پیار کرتی ہو' ہے ناں؟"

"ہاں بہت۔ مجھے اپنے روما سے عشق ہے۔ یہاں کی سڑکیں' یہاں کی گلیاں' یہاں قدم قدم پر بکھری ہسٹری۔ میں ان سب کی عاشق ہوں۔"

"حالانکہ تم تو رہتی ہی یہیں ہو۔ یہاں کی ہسٹری' آرٹ ہو یا آرکیٹیکچر سب کچھ ہر وقت ہی تو تمہارے ارد گرد موجود ہوتا ہے۔ عموماً" تو خوب صورت شہروں اور تاریخی جگہوں پر رہنے والے لوگ ان سب کو صبح شام دیکھ دیکھ کر فار گرانٹڈ (for granted) لینے لگتے ہیں۔"

وہ اپنے شہر سے اس کی والہانہ محبت محسوس کر کے سنجیدگی سے بولا تھا۔

"میں اپنے شہر کی کسی بھی چیز کو for granted نہیں لیتی۔ میں روما کی ہسٹری' آرٹ' آرکیٹیکچر کسی بھی چیز سے بور نہیں ہوتی۔"

لیزا نے بولتے بولتے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس وقت اپنی عادت کے مطابق مسکرا نہیں رہی تھی بلکہ قدرے سنجیدہ تھی۔

"پتا ہے سکندر! جب کوئی چیز ہم سے چھن جاتی ہے تب ہمیں اس کی زیادہ قدر ہو جاتی ہے۔ اگر میں ہمیشہ روما میں رہتی تو شاید اس کی یوں قدر نہ کرتی جتنی آج کرتی ہوں کیونکہ اب یہ ہر وقت میرے سامنے نہیں ہوتا۔"

اس نے لیزا کے چہرے پر ایک دکھ بھرا احساس

کی۔ کیا دنیا میں کوئی بھی خوش نہیں؟ اور کسی کو نہیں مگر کم از کم مسکراہٹیں اور خوشیاں بکھیرتی اس لڑکی کو تو خوش ہونا چاہیے تھا۔ زندگی کو اس لڑکی کو تو خوشیاں دینی چاہیے تھیں۔

وہ آج صبح جب سے اس کے ساتھ تھا' اپنی عادت کے برخلاف کتنا زیادہ بولا تھا' کتنی بار مسکرایا تھا۔ وہ چند دنوں بعد جب روما سے واپس چلا جائے گا تب لاکھ وعدے کر لینے کے باوجود بھی اس انجان لڑکی سے کبھی کوئی رابطہ نہیں رکھے گا مگر پھر بھی وہ اس اجنبی لڑکی کو اس لیے ہمیشہ یاد رکھے گا کہ اس کی وجہ سے آج پورے بارہ سالوں بعد وہ اس طرح مسکرایا ہے' اتنا زیادہ بولا ہے۔ لیزا اس کی سوچوں سے انجان اسے بتا رہی تھی۔

"میں تیرہ سال کی تھی جب میرے ممی' پاپا کی ڈائی ورس ہو گئی تھی۔ علیحدگی کے وقت ان دونوں کے درمیان جس طرح باقی تمام چیزوں کا بٹوارہ ہوا تھا' اسی طرح ہم دونوں بہنوں کا بھی۔ اس مہذبانہ بٹوارے میں' میں پاپا کے حصے میں آئی تھی اور میری بہن ممی کے۔ میری ممی کا تو یہ ملک تھا' وہ یہاں سے کیوں جاتیں۔ میرے پاپا البتہ اٹالین نہیں تھے' انہوں نے یہاں کی صرف نیشنلٹی لے رکھی تھی۔ ممی سے علیحدگی کے بعد وہ یہاں نہیں رہنا چاہتے تھے۔ اسی لیے وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر لندن چلے گئے تھے۔ اور یوں سکندر! تیرہ سال کی عمر میں مجھ سے میرا روما چھن گیا تھا۔"

وہ دکھ بھرے لہجے میں بولتے بولتے ایک پل کے لیے خاموش ہوئی۔ وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی بات توجہ سے سن رہا تھا۔

"میں یہاں سے گئی تو میرا دل یہیں رہ گیا تھا۔ میرا دل کبھی لندن کا نہ ہو سکا۔ میرا دل ہمیشہ یہیں رہا' میرے روما میں۔ میرے پاپا کا ملک تو نہ اٹلی تھا نہ

لیزا کی ساری بات میں اس کے لیے حیرانی کی بات اس کے والد کا پاکستان سے تعلق ہونا تھی۔ اسے پہلے دن سے لے کر آج تک کبھی ایک پل کے لیے بھی لیزا کے مکمل اٹالین ہونے پر ذرا سا بھی شبہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے بے اختیار حیرت سے پوچھا تھا۔

"تمہارے والد پاکستان سے ہیں لیزا؟"

لیزا نے اس کی حیرت کو حیرت سے دیکھا پھر جیسے کچھ یاد کر کے اپنے سر پر ہاتھ مار کر بولی۔

"دیکھو ذرا اہم کتنے دنوں سے مل رہے ہیں مگر ابھی تک ایک دوسرے سے مکمل طور پر اپنا تعارف تک نہیں کروایا ہے۔"

بات مکمل کر کے پھر وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی پھر کچھ شرارت بھرے لہجے میں بولی۔

"ویسے ابھی تک تعارف ٹھیک سے نہ ہو پانے کی وجہ یہ بھی رہی کہ تمہیں پرسنل باتیں کرنا پسند نہیں ہے سو میں تمہارے تعارف سے محروم رہی اور تم اتنا روڈ ہو کر ملتے تھے کہ اپنے بارے میں بھی کبھی ڈھنگ سے کچھ بتا نہیں سکی۔"

وہ اس کی بدتمیزی اسے جتا رہی تھی اور آج مشکل وقت میں اس کی مدد کر کے اب اتنا حق تو وہ رکھتی تھی کہ اس کی بدتمیزی اور بداخلاقی کا ذکر کر سکے۔ وہ تھوڑا شرمندہ سا ہوا تھا۔ یہ بالکل سچ تھا کہ آج تک اس نے اسے یہ موقع دیا ہی نہیں تھا کہ وہ اپنا مکمل تعارف کرا پاتی۔ وہ شرمندگی کے حصار سے نکلنے کے لیے سنجیدگی سے بولا۔

"تمہاری شکل صورت سے لے کر نام تک کسی بھی چیز سے مجھے کبھی یہ نہیں لگا کہ تم اٹالین اور کرسچن نہیں ہو۔"

"لیزا Hebrew (عبرانی) نام ہے اور یہ نام

لیزا کو اسے بچکانہ پن لگ رہا تھا۔

"باقی میرا تعارف یہ ہے کہ میں لندن میں رہتی ہوں۔ میں نے لندن سے پینٹنگ میں ماسٹرز کیا ہے۔ میں وہاں رائل کالج آف آرٹس میں پینٹنگ لینڈ اسکیپ اور اسٹل لائف پینٹنگ پڑھاتی ہوں۔ پینٹنگ میرا پیشن (عشق) بھی ہے۔ پروفیشن بھی۔ جاب سے بچ جانے والے ٹائم میں میں پینٹنگز بناتی ہوں، اپنی ایگزیبیشن کی تیاریاں کرتی ہوں۔ اپنی لائف میں کافی مگن کافی مصروف رہتی ہوں۔ مگر میں جتنی بھی مصروف ہو جاؤں سال کے یہ دو مہینے لازماً روما میں گزارتی ہوں۔ اپنے اس روٹین پر میں اٹھارہ سال کی عمر سے کاربند ہوں۔ میں نے روما سے جا کر بھی اپنا رشتہ کبھی یہاں سے ٹوٹنے نہیں دیا، اسی لیے میرے اسکول کے دوست، بچپن کے ملنے جلنے والے ان سب سے میرا آج بھی یہاں پر وہی پہلے جیسا تعلق ہے۔ میں آج بھی لندن سے زیادہ روما ہی میں خود کو ایٹ ہوم محسوس کرتی ہوں۔ میں یہاں ایسے آتی ہوں جیسے کوئی اپنے گھر آتا ہے، شاید اسی لیے تمہیں میں مکمل اٹالین بھی لگی تھی اور روما میرا گھر بھی لگا تھا۔"

وہ دونوں اب روم کی مصروف اور ٹریفک سے بھری سڑکوں پر سے گزر رہے تھے۔ اس کا ہوٹل اب نزدیک ہی تھا۔ مگر ٹریفک میں پھنسنے کے سبب وقت لگ رہا تھا۔

"میرا تعارف تو ہو گیا۔ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ؟" وہ دونوں اس سڑک پر سے ٹریفک میں سے نکلنے میں کامیاب ہوئے تب لیزا اس سے بولی۔

"میں!" اس نے ایک پل کے لیے سوچا، پھر سنجیدگی و بردباری سے بولا۔

"میں نے امریکہ سے لاء میں بیچلرز ڈگری لی

بولتے بولتے نہیں تھکے؟"

وہ اس کا طنز سمجھ رہا تھا، مگر جواباً" خاموش رہا تھا۔ لیزا آنکھوں میں شرارتی سی چمک لیے، مسکرا کر مزید بولی۔

"تم اگر اپنے تعارف میں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی اور بولتے تو میں بہت حیران ہوتی کیونکہ میں یہی توقع کر رہی تھی کہ سینور سکندر نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتانا ہے۔"

وہ اس کے صاف گو انداز پر تھوڑا کھسیانا سا ہوا تھا۔ گاڑی اس کے ہوٹل کے نزدیک پہنچ چکی تھی۔ خود کو اس کھسیاہٹ سے نکال کر اس نے ممنونیت سے لیزا کی طرف دیکھا۔ وہ بہت اچھے لفظوں اور بہت اچھے انداز میں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔

"لیزا! تمہارا بہت شکریہ۔ تم نے میرے لیے بہت زحمت اٹھائی ہے۔"

وہ مزید بھی کچھ اور جملے بولنا چاہتا تھا مگر لیزا نے اسے اس کی بات پوری نہیں کرنے دی تھی۔

"سینور سکندر! اس طرح کی رسمی باتوں سے مجھے بڑی گھبراہٹ ہوتی ہے اور ویسے بھی آپ کے اوپر آپ کا روڈ انداز زیادہ جچتا ہے۔ ساری دنیا سے ناراض، غصے میں بہت کم کم بولتے ہوئے۔"

وہ ہنس کر اسی بے تکلفانہ و شریر انداز میں بولی تھی اس کی بات کا برا ماننے کے بجائے وہ بھی خوش دلی سے مسکرا دیا تھا۔ لیزا نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا۔

"کیا اب ہم دوست ہیں؟"

اس نے مصافحہ کے لیے بڑھا لیزا کا ہاتھ تھاما تھا۔

"ہاں۔" وہ روم سے جا کر زندگی بھر اس سے ملے گا نہیں، اس سے کوئی تعلق، کوئی واسطہ نہیں رکھے گا تو دوستی بیچ میں کہاں سے آگئی؟ مگر وہ نابول کر اس کا دل بھی نہیں توڑ پایا تھا "او کے سینور سکندر تمہاری اس

لفظ بولا بڑے مزے میں کرتی تھی۔ وہ اس کے اس انداز پر ہلکا سا مسکرا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ اپنے ہوٹل روم میں آکر ابھی جوتے ہی اتار پایا تھا کہ اس کے موبائل پر کسی کی کال آنے لگی۔ اس کا موبائل ٹیبل پر رکھا تھا۔ وہ اٹھ کر میز کے پاس آیا۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔ یہ کال آمنہ کی تھی۔ اس کے چہرے کے سخت سے تاثرات یکلخت ہی نرمی میں تبدیل ہوئے تھے۔ اس نے بہت جلدی کے عالم میں کال ریسیو کی تھی۔ اس وقت اس کا چہرہ جذبات سے عاری نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر ایک ہی وقت میں بہت سے جذبات تھے۔ محبت، خوشی، اداسی، شکوہ، رنج، وہ فون پر بات کرتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)